شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآن (البقرة:١٨٥)

باب الریان

فضائل واحکام رمضان

مرتبہ

اسوۃ الصلحاء شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

سابق استاذ دارالعلوم نانک واڑہ، کراچی

تخریج

مفتی احسان الحق

فاضل ومتخصص فی علوم الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن

واستاذ جامعہ اشرف المدارس، گلستان جوہر کراچی

مکتبۃ الحذیفہ

(بالمقابل جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی)

نام کتاب: باب الریان فضائل واحکام رمضان

مؤلف: شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وتخریج: مفتی احسان الحق

کمپوزنگ: کلیم اللہ چترالی

اشاعت: اول

تعداد: ایک ہزار

ملنے کے پتے

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبۃ الشیخ سلام کتب مارکیٹ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ دار القرآن علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبۃ الحذیفہ بالمقابل اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی

رابطہ نمبر: 03152403140/03322177075

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس رسالے کے شائع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دینی بھائیوں کے دلوں میں رمضان کے مبارک مہینے کی عظمت اور محبت پیدا ہواور اس کی قدر کر کے اس میں آخرت کا ذخیرہ زیادہ سے زیادہ جمع کریں اور روزے اور تراویح میں جو کوتاہیاں ہورہی ہیں ان سے پرہیز نصیب ہواور سب سے بڑا گناہ اس مہینہ میں روزہ نہ رکھ کر رمضان کی بے حرمتی اور بے قدری کرنا ہے، اس سے بھی حق سبحانہ وتعالی بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، اسی لئے سب فضیلتیں اوراحکام جمع کئے گئے ہیں۔

وماذلک علی اللہ بعزیز

فہرست مضامین

تقدیم

رمضان المبارک 1437ھ، بوقت سہ پہر راقم الحروف اپنی کتابوں پر جھکے ہوئے کسی کتاب کی تلاش میں تھا کہ یکا یک ایک چھوٹا سا رسالہ فضائل واحکام رمضان مرتبہ: حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی قدس سرہ۔ سن اشاعت: رمضان المبارک: ۱۳۸۶ھ (بار دوم) نعمت غیر مترقبہ کے طور پر سامنے آ گیا بیٹھے بیٹھے اس رسالہ پر سرسری نظر ڈالی تو اسے فضائل رمضان سے متعلق لکھے گئے دوسرے رسائل کی بنسبت زیادہ جامع اور خواص وعوام کے لئے نہایت مفید پایا۔ بعدہٗ اپنے مشفق استاد حضرت مولانا مفتی سید توفیق شاہ صاحب زید مجدہ سے اس رسالہ کا تذکرہ کیا حضرت الاستاذ نے اس رسالہ کی تخریج کی طرف توجہ دلا کر اس کی از سر نو اشاعت کا حکم دیا۔ چوں کہ زیر نظر نسخہ میں چند جگہوں میں لکھائی مٹی ہوئی تھی اور ص:۲۱ کی جگہ پر صفحہ نمبر ۱۶ دوبارہ چھپا ہوا تھا۔ جس کی تصحیح اور تشنہ بحث کے لئے دار العلوم کراچی کے کتب خانہ میں موجود نسخہ سے مدد لے کر تصحیح کی گئی، اب مرحلہ تخریج کا رہ گیا تھا، راقم نے کچھ حصہ تخریج کیا اور مولانا مفتی اسد اللہ صاحب (لیکچرار بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) کی تخریجات سے استفادہ کیا اور پھر اپنے تساہل کی وجہ سے یہ سلسلۂ تخریج موقوف ہو گیا یہاں تک رمضان المبارک کی آمد آمد ہونے لگی تو خیال آیا کہ اس سال جتنی تخریج ہو چکی ہے اتنی کافی ہے اسی طرح شائع کر دیا جائے۔

تنبیہ:

کتاب میں ایک عنوان ہے ''تراویح کے متعلق چند غفلتوں پر تنبیہ'' اس میں مرتب کتاب نے ایک حدیث کسی حوالہ سے نقل کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے پرہیزگار امام کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ مگر اس حدیث کا حکم واضح نہیں کیا حالاں کہ محدثین نے کرام نے اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے۔

بہر حال یہ چھوٹا سا رسالہ ان شاء اللہ العزیز ہر خاص وعام کے لئے نہایت مفید بخش اور بقامت کہتر بقیمت بہتر کا مصداق ثابت ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ ہم سب کو اس کتابچہ سے کما حقہٗ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، اور مرتے دم تک رمضان المبارک کی صحیح معنوں میں قدر دانی ہمارے نصیب میں لکھ دے، آمین یارب العالمین۔

مفتی احسان الحق
فاضل ومتخصص فی علوم الحدیث
جامعه علوم اسلامیه
علامه محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
حالیہ مدرس: اشرف العلوم،
سورتی مسلم سوسائٹی ماڈل کالونی ملیر کراچی۔
شاخ جامعہ اشرف المدارس۔ گلستان جوہر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک کی آمد پر مبارک بادی

حامداومصلیا

امابعد

خوشا وقتے وخرم روز گارے

کہ یارے برخورد از وصل یارے

یعنی وہ وقت بھی کس قدر مبارک ہے کہ جس میں ایک عاشق کو اس کے محبوب کا وصال نصیب ہو، اس کی لذت کا پتہ اہل عشق ہی کو مل سکتا ہے، رمضان المبارک کی فضیلتیں احادیث میں کثرت سے آئی ہیں۔اور سب سے بڑی فضیلت وہ ہے جو سورۃ البقرہ کے تیئسویں رکوع کی آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي الخ [1] میں مذکور ہے کہ روزوں کا زمانہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا جب کلام الٰہی سب کلاموں سے بڑھ کر اور ان کا سردار ہے تو جس مہینہ میں وہ اترا اس کا سب مہینوں سے بڑھ کر ہونا ظاہر تر ہے۔قرآن مجید کے علاوہ حق تعالی کی اور کتابیں بھی اسی مہینہ میں اتری ہیں۔چناں چہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے یکم یا تین رمضان کو اترے اور موسی علیہ السلام پر توریت چھ کو اور عیسی علیہ السلام پر انجیل ۱۲/ یا ۱۴ کو اور داؤد علیہ

[1]۔(البقرۃ:۱۸۵)

السلام پر زبور ۱۲ یا ۱۸ کو نازل ہوئی۔اور قرآن مجید ستائیسویں شب میں اترا۔

پس اس مہینہ کو کلام الٰہی سے خاص مناسبت ہے۔اس لئے نبی کریم ﷺ اس مہینہ میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور فرماتے تھے اور آپ اس مہینہ میں چھوٹی ہوئی تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔[1]

روزے اور تراویح اور اعتکاف کے فضائل وبرکات

کہتے ہیں کہ اس مہینہ میں سب سے بڑھ کر عبادت روزہ ہے، یہ اسلام کا ایک رکن یعنی بڑا شاندار اور لازمی حکم ہے، اس میں ایک بات ایسی ہے جو اور عبادتوں میں نہیں ہے وہ یہ کہ نماز وغیرہ کی طرح روزہ کی کوئی صورت نہیں جس سے ظاہر میں نظر آسکے۔جب تک روزہ دار خود نہ بتلائے کہ میرا روزہ ہے اس وقت تک کسی کو خبر نہیں ہوسکتی پس روزہ وہی رکھے گا جس کے دل میں خدائے تعالی کا خوف اور محبت اور عظمت ہوگی۔اور تجربہ سے ثابت ہے کہ محبت وعظمت کے کام کرنے سے محبت وعظمت پیدا ہوجاتی ہے اور جس کے دل میں خوف ومحبت ہووہ دین میں کس قدر مضبوط ہوگا۔پس روزہ میں دین کے مضبوط کردینے کی خاصیت ثابت ہوگئی اور چوں کہ روزہ کی کسی کو خبر نہیں ہوتی اس لئے اس میں ریا کم ہوتی ہے اور اسی لئے حق تعالی نے اس کو خاص اپنی چیز فرمایا ہے۔چناں چہ حدیث میں ہے کہ: روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ: اس کا بدلہ میں خود ہوں۔[2]

[1] (فضائل رمضان، حصہ فضائل اعمال: فصل اول: ص:۱ ۶۴)

[2](یعنی اس کی وجہ سے میرا دیدار نصیب ہوگا۔ (مشکاۃ: کتاب الصوم، الفصل الأول: ج:۱، ص:۲۱۱، رقم الحدیث:۱۹۵۹)۔

البخاری: ج:۳ ص:۲۶، کتاب الصوم: باب هل يقول إني صائم إذاشتم۔ وصحيح مسلم بشرح النووی: ج:۸ ص:۲۹ باب مايقوله الصائم إذاشوتم أوقوتل۔

ایک اور روایت میں ہے کہ: وہ اپنا کھانا اپنا پینا اپنی لذت اپنی بیوی (چاروں چیزوں) کو میرے لئے چھوڑتا ہے۔[1]

اور اسی خصوصیت کے سبب جب حضرت ابوامامہؓ نے تین مرتبہ یہ سوال کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مرتبہ یہی فرمایا روزہ کو لو، کیوں کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ یعنی اس کی خصوصیت میں کہ یہ نسبت اور عبادتوں کے اس میں دکھلاوا کم ہے۔[2]

اور روزہ میں جو خوف ومحبت کی خاصیت ہے، جو اس کا خیال کرے گا وہ ہر گناہ سے بچے گا کیوں کہ زیادہ تر گناہ خوف ومحبت کی کمی ہی سے ہوتے ہیں اور جب گناہوں سے بچے گا جو باطنی بیماریاں ہیں تو دوزخ سے بھی بچے گا۔ اس لئے حدیث میں ہے کہ: روزہ دوزخ سے بچانے کے لئے ایک ڈھال اور مضبوط قلعہ ہے۔[3]

اور جس طرح روزہ باطنی بیماریوں یعنی گناہوں سے بچاتا ہے اسی طرح ظاہری اور جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیوں کہ زیادہ تر بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی ہی سے آتی ہیں اور جب روزہ کے سبب کھانے میں کمی ہوگی تو بیماریاں بھی کم آئیں گی۔

اسی لئے حدیث میں ہے کہ: ہر چیز کی زکاۃ ہے اور بدن کی زکاۃ روزہ ہے[4]

یعنی جس طرح زکاۃ سے مال کا میل کچیل دور ہوجاتا ہے اسی طرح روزے سے

---

[1] صحیح ابن خزیمۃ:ج:۳ص:۱۹۷ الرقم:۱۸۹۷ کتاب الصیام:باب ذکر البیان أن الصیام من الصبر علی ماتأولت خبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[2] ۔سنن النسائی،بشرح الحافظ جلال الدین السیوطي ،وحاشیۃ الإمام السندي : ج:۴، ص:۴۷۴، الرقم:۲۲۲۲۔ذکر الاختلاف علی محمد بن أبي یعقوب في حدیث أبي أمامۃ في فضل الصائم۔

[3] ۔مسند أحمد:ج:۱۵،ص:۱۲۳،الرقم:۹۲۲۵۔و شعب الإیمان : ج:۳ص:۲۸۹الرقم: ۳۵۷۱ (الباب الثالث والعشرون من شعب الإیمان وھو:باب في الصیام۔

[4] ۔سنن ابن ماجۃ: کتاب الصیام:باب في الصوم زکاۃ الجسد۔ص:۵۵۵،الرقم:۱۷۴۵۔

بدن میں سے مادّہ فاسدہ کم ہوجاتا ہے جو بیماروں کے پیدا ہونے کا سبب ہے۔ اور دوسری روایت میں بالکل صاف آیا ہے کہ روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے۔[1]

یہاں سے وہ حضرات سبق حاصل کریں جو صحت حاصل کرنے کے لئے پہاڑوں وغیرہ پر جاتے ہیں اور مختلف تدبیریں کرتے ہیں اور ہر چیز میں جراثیم بتاتے ہیں اور بیماریوں کو متعدی اور لگ جانے والی سمجھ کر بیماریوں سے نفرت اور پرہیز کرتے ہیں وہ آئیں اور روحانی طبیبوں کے سردار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نسخہ کو استعمال کر کے دیکھیں یعنی روزہ رکھیں اس نسخہ پر عمل کرنے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ بھی جانے کی ضرورت نہ رہے گی اور جس طرح روزہ ظاہری اور باطنی بیماریوں سے بچاتا ہے اسی طرح دونوں قسم کی خوشی بھی دلاتا ہے۔ چناں چہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ[2].

یعنی روزہ دار کے لئے دوخوشیاں ہیں، ایک خوشی اس کے افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی اپنے رب کی ملاقات کے وقت ہوگی۔ اور روزہ کی طرح تراویح میں بھی خوف ومحبت کی شان پائی جاتی ہے۔ چناں چہ تراویح میں کبھی نیند بھی آجاتی ہے اور بعض دفعہ اتنی آتی ہے کہ سجدے میں بدن ڈھیلا پڑ جاتا ہے جس سے وضوء نہیں رہتا اب برابر کے آدمیوں کو کیا خبر کہ سو رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے، سو ایسی نیند آنے کے بعد دوبارہ وضوء کر کے نماز کو وہی شخص لوٹائے گا۔ جس کے دل میں خدائے

---

[1] ۔المعجم الأوسط:ج:۸ص:۱۷۴،الرقم:۸۳۱۲۔

[2] ۔بخاری:باب قول اللہ تعالیٰ :یریدون أن یبدلوا کلام اللہ لقول فصل حق وماھو بالھزل۔ ج:۹ص:۱۴۳۔وصحیح مسلم بشرح النووی:ج:۸ص:۳۱باب فضل الصیام۔(واللفظ لمسلم)

تعالی کا خوف اور اس کی محبت ہوگی پس حق تعالی نے ایک شان کی دو عبادتیں جمع کردیں ایک دن میں اور دوسری رات میں۔ چناں چہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

اللہ تعالی نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے رمضان میں رات کا جاگنا سنت کیا ہے، جو شخص ایمان کی شرط اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رات کو تراویح کے لئے جاگے (یعنی ان دونوں کو حق سمجھے اور حق تعالی کی رضا وثواب کی نیت سے ادا کرے لوگوں کی شرما شرمی اور شہرت کے لئے نہ کرے۔ یہ دونوں چیزیں عمل کے لئے شرط ہیں، فرضی ہو خواہ نفلی، ان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ سنت کے خلاف نہ ہو) وہ اپنے (صغیرہ) گناہوں سے اس دن اس طرح نکل آئے گا جس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔[1]

اور گناہ کبیرہ توبہ کرنے اور شرمندہ ہونے سے معاف ہوجائیں گے اور بندوں سے حقوق اس طرح ادا ہوجائیں گے کہ ان سے معافی مانگے یا ان کی چیز ان کے پاس پہنچادے اور اگر وہ مرچکے ہوں تو ان کے وارثوں کو پہنچادے اور اگر وارث بھی نہ ہوں تو ان کی طرف سے خیرات کردے اور اگر ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو ان کے لئے بخشش کی دعا کرے اس طرح عمل کرنے سے گناہوں سے بالکل پاک اور صاف ہوجائے گا۔ سبحان اللہ! کیسا عمدہ علاج ہے۔

نیز ارشاد ہے کہ: روزہ اور قرآن بندے کے لئے سفارش کریں گے۔ روزہ یوں کہے گا کہ: یارب! میں نے اس کو دن کے وقت کھانے اور خواہشوں سے روک دیا تھا سو

[1] نسائی: ج:۴ص:۲۶۸الرقم:۲۲۰۹۔ذکر اختلاف یحیی بن کثیر والنضر بن شیبان فیه۔

اس کے بارے میں میری سفارش قبول کرلیجئے۔ اور قرآن یوں کہے گا کہ: یارب! میں نے اس کو رات کے وقت سونے سے روک دیا تھا سو اس کے بارے میں میری سفارش قبول کرلیجئے۔ پس دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔[1]

الٰہی اپنی عزت وجلال کا صدقہ روزے اور قرآن دونوں کو ہمارا سفارشی بنا (اللھم أمین)

حدیث میں ہے کہ: (۱) جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں پھر آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں ہوتا۔

(۲) جو ایمان دار بندہ بھی ان راتوں میں سے کسی رات میں نماز (تراویح) پڑھتا ہے اس کے لئے ہر سجدے کے بدلے اللہ تعالی ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر سرخ یاقوت سے بناتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ان میں سے ہر دروازہ کے متعلق ایک محل سونے کا ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا۔

(۳) پھر جب رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے تو اس کے وہ سب گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں جو پچھلے رمضان کی پہلی تاریخ سے آج تک ہوئے ہوں۔

(۴) ہر روز صبح کی نماز سے لے کر آفتاب چھپنے تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

(۵) اور یہ اس مہینہ میں جتنی نمازیں بھی پڑھے گا خواہ دن میں خواہ رات میں ہر سجدہ کے عوض ایک درخت ملے گا جس کے سایہ میں سوا پانچ سو برس تک چل سکے گا۔[2]

[1] مسند أحمد: ج:۱۱ص:۱۹۹،الرقم:۶۶۲۶۔

[2] شعب الإیمان: ج:۳ص:۳۱۴الرقم:۳۶۳۵،فضائل شهر رمضان۔

اور اسی شان کی ایک تیسری عبادت اعتکاف بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ: جس مسجد میں جماعت ہوتی ہواس میں بیسویں تاریخ کوسورج چھپنے سے پہلے یہ نیت کر کے بیٹھ جائے کہ چاند رات کا سورج چھپنے تک میں یہاں سے ضروری حاجت کے سوانہیں نکلوں گا۔ یہ بھی ایسی عبادت ہے جس میں دکھلاوا کم ہے کیوں کہ کسی کو کیا خبر کہ مسجد میں اعتکاف کے لئے آیا ہے یا ویسے ہی آ گیا ہے۔

اس سے خدا تعالی کے دربار کی حاضری اور شب قدر کا جاگنا وغیرہ بڑی بڑی دولتیں نصیب ہوتی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: رمضان میں دس دن کا اعتکاف کرنے والے کو دو حج اور دو عمروں کے برابر ثواب ملتا ہے۔[1]

نیز ارشاد ہے کہ وہ (اعتکاف کرنے والا) تمام گناہوں سے رکا رہتا ہے اور اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کوئی تمام نیکیاں کر رہا ہو۔[2]

اور جس روز یہ تینوں عبادتیں (روزہ تراویح اور اعتکاف) ختم ہوتی ہیں یعنی عید کا دن، اس کی بھی فضیلت آئی ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے کہ:

عید کے دن حق تعالی فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: فرشتو! اس مزدور کا بدلہ کیا ہے جو اپنا کام پورا کرے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ: یارب! اس کا بدلہ یہ ہے کہ: اس کی مزدوری پوری پوری دی جائے۔ پھر حق تعالی فرماتے ہیں کہ: اے میرے فرشتو! میرے بندے اور بندیوں نے میرا وہ فرض (روزہ) ادا کیا جو ان پر تھا۔ پھر دعا کے ساتھ چلّاتے ہوئے (عیدگاہ میں جانے کے لئے)

---

[1] ۔شعب الإیمان: ج:۳ص:۴۲۵الرقم:۳۹۶۷،باب فی الاعتکاف۔

[2] ۔مشکاۃ: ج:۱ص:۶۵۰الرقم:۲۱۰۸۔کتاب الصوم: باب الاعتکاف، الفصل الثالث۔ وسنن ابن ماجة: کتاب الصیام: باب في ثواب الاعتکاف۔ص:۵۶۶، الرقم: ۱۷۸۱۔

نکلے ہیں۔ میں اپنی عزت وجلال اور کرم اور بلند شان اور بلند مرتبے کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کی دعا ضرور بالضرور قبول کروں گا۔ پھر فرماتے ہیں کہ: لوٹ جاؤ، میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا، اگر اب تم اپنی حفاظت رکھو گے تو تم سے بدیوں کے بجائے نیکیاں ہی ہوا کریں گی۔

راوی کہتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پھر وہ بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں[1] [2]۔

مگر یہ فضیلتیں اس صورت میں ہیں کہ روزہ حقیقی روزہ ہو

علماء فرماتے ہیں کہ: روزہ چھ چیزوں کا ہے:

(۱) آنکھ کا، کہ بدنظری اور تانک جھانک سے بچے۔

(۲) کانوں کا، کہ جھوٹ، غیبت اور گانے بجانے کے سننے سے بچائے۔

(۳) زبان کا، کہ جھوٹ، غیبت، گالیوں، فضول اور بیہودہ بکواس سے بچائے۔

(۴) باقی بدن کا، کہ ہاتھوں سے چوری اور ظلم نہ کرے اور پیروں سے چل کر کسی بُری اور گناہ کی جگہ نہ جائے۔

(۵) حرام غذا کا، کہ اس سے پرہیز کرے اور حلال بھی جہاں تک ہو کم کھائے تا کہ روزے کے انوار اور برکات حاصل ہوں۔

(۶) پھر ڈرتا رہے کہ خدا جانے یہ روزہ قبول بھی ہوگا یا نہیں کہ شاید کوئی غلطی

---

[1] ۔مشکاۃ: ج:۱ص:۶۴۷الرقم:۲۰۹۶۔کتاب الصوم: باب لیلة القدر، الفصل الثالث۔ وشعب الإیمان: ج:۳ص:۳۴۳، الرقم:۳۷۱۷، باب في لیلة العید ویومها۔

[2] ۔(یہاں تک کا سارا مضمون حضرت حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ کی حیاۃ المسلمین سے لیا گیا ہے، اور درمیان میں ایک دو جگہ نصیحت کے لئے کچھ جملوں کا اضافہ بھی کیا گیا ہے) حیات المسلمین: روح شانزدھم، ملقب بہ باب الریان (بتقدیم وتاخیر) ص:۱۱۰تا۱۱۷۔

ہوگئی ہو،مگراس ڈر کے ساتھ کریم آقا کے کرم کے بھروسہ پر امید بھی رکھے۔

اور خاص بندوں کے لئے ان چھ کے ساتھ ایک ساتویں چیز اور ہے کہ حق تعالی کے سوا ہر چیز کی طرف سے دل کو ہٹالے یہاں تک کہ افطاری کا سامان بھی نہ کرے۔

احیاء کی شرح میں بعض بزرگوں کا قصہ آیا ہے کہ اگر کہیں سے افطاری آجاتی تو اس کو خیرات کرڈالتے تا کہ دل اس میں مشغول نہ رہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَام[1] میں انسان کی ہر چیز پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔پس زبان کا روزہ جھوٹ اور غیبت سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے پرہیز ہے۔اور آنکھ کا کھیل تماشہ سے بچنا ہے۔اور نفس کا روزہ حرص اور خواہشوں سے اور دل کا روزہ دنیا کی محبت سے بچنا ہے۔اور روح کا روزہ یہ ہے کہ: آخرت کی لذتوں کی بھی خواہش نہ ہو،اور سرّ خاص کا روزہ یہ ہے کہ: حق تعالی کے سوا کسی پر نظر نہ ہو[2]۔

ایک بڑی بھول پر تنبیہ

واضح ہو کہ ان فضیلتوں اور برکتوں کو سن کر روزے کو ضروری اور برکت کا باعث سمجھا جاتا ہے تو نماز کا خیال اس سے کہیں بڑھ کر ہونا چاہئے کیوں کہ وہ روزے اور زکاۃ اور حج سب سے افضل اور ان سب کی اصل ہے اور یہ سب عبادتیں اس میں موجود ہیں۔

(۱) چناں چہ ذکر وتلاوت اور تسبیح اور کلمہ شہادت تو زبانی عبادتوں کی اصل الاصول ہیں۔

(۲) اوراس میں حج کا نمونہ بھی ہے کہ پہلی تکبیر احرام کے اور قبلہ کی طرف منہ

[1] ۔(البقرہ:۱۸۳)

[2] ۔(فضائل رمضان: مولانا زکریا قدس سرہ: فصل اول: ص:٦٦٦۔)

کرنا طواف کے اور کھڑا ہونا عرفات میں ٹھہرنے کے اور رکوع اور سجدوں اور رکعتوں کے لئے اٹھنا ،بیٹھنا صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کے قائم مقام ہے۔

(۳) نیز اس میں ہر چیز کا روزہ بھی پایا جاتا ہے کہ نظر کو دوست کے سوا غیر پر ڈالنے سے اور زبان کو ذکر اور تلاوت کے سوا اور باتیں کرنے سے اور ہاتھوں کو لینے دینے سے اور پاؤں کو چلنے پھرنے سے اور دل کو خیالات کے میدان میں دوڑنے سے اور چیزوں میں غور وفکر کرنے سے روکتا ہے،حالاں کہ روزے میں اتنی پابندیاں نہیں ہیں۔

(۴) اور اس میں زکاۃ بھی ہے کہ ستر چھپانے کے لئے کپڑا اور پاکی کے لئے برتن اور پانی خریدنے میں مال خرچ کرتا ہے۔نیز اپنے وقت کو تمام ضروریات سے اللہ کے لئے فارغ کرتا ہے،جس طرح زکاۃ کے لئے مال کی ایک مقدار کو علیحدہ کرتا ہے۔

(۵) نیز اس میں ہر مخلوق کی عبادت بھی پائی جاتی ہے۔چناں چہ کھڑا ہونے میں درختوں کی اور ذکر وتلاوت میں اڑنے والے خوش آواز جانوروں کی اور رکوع میں چرنے والے جانوروں کی اور سجدے میں بے ہاتھ پاؤں کے جانوروں کی،اور بیٹھنے میں پتھروں اور پہاڑوں وغیرہ تمام چیزوں کی عبادت موجود ہے۔

(۶) اور حق تعالی کی معرفت وذات میں استغراق ،کرّوبیوں یعنی فرشتوں کی عبادت ہے۔غرض نماز میں تمام مخلوقات کی عبادتیں موجود ہیں۔اسی لئے جب نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ: سب سے افضل کونسا عمل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا۔(نماز کا اس کے وقت پر پڑھنا) اور اسی لئے ارشاد ہوا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

(۷) اور نماز کوثر سے بھی مشابہت رکھتی ہے،اس لئے کوثر کے عطا کرنے کے شکر یہ میں نبی ﷺ کو نماز ادا کرنے کا حکم ہوا کیوں کہ:

(۱)نماز میں جو ہمکلامی ہوتی ہے وہ شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔

(۲)اور اس میں جو غیبی انوار نمازی کے دل کو منوّر کرتے ہیں وہ دودھ سے زیادہ سفید ہیں۔

(۳)اور اس میں جو یقین کو ترقی ہوتی ہے وہ برف سے زیادہ ٹھنڈی ہے۔

(۴)اور جو لطف وچین نماز میں نصیب ہوتا ہے وہ مکھن سے زیادہ نرم ہے۔

(۵)اور جو سنت ومستحب چیزیں نماز کو گھیرے ہوئے ہیں اور باطنی زندگی کو سرسبز کرتی ہیں، وہ زمرد کے درختوں کی طرح ہیں جو کوثر کے کناروں پر ہیں۔

اور ذکر وتسبیحات سونے چاندی کے گلاس ہیں جن سے محبت الٰہی کی شراب گھونٹ گھونٹ ہوکر باطن میں پہنچتی ہے اور روح کو سیراب کرتی ہے۔اور کوثر میں بھی یہی چھ صفتیں پائی جاتی ہیں۔[1]

پس نماز کی قدر اور محبت روزے سے اور سب عبادتوں سے زیادہ ہونی چاہئے۔

(۷)اور بڑی قدر یہ ہے کہ:اس کو نہایت عاجزی کے ساتھ باجماعت ادا کیا جائے۔کیوں کہ جماعت کے بغیر ادا کرنے کو اصول فقہ میں ناقص ادا بتایا ہے۔

(۸)مظاہر حق میں ہے کہ:جو نماز جماعت کے بغیر پڑھی جائے وہ ادا تو ہوجاتی ہے لیکن اس پر ثواب نہیں ملتا۔

(۹)نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ:مسجد کے قریب رہنے والوں کی نماز مسجد کے بغیر گویا ہوتی ہی نہیں۔

(۱۰)اور اس سے بڑھ کر کونسی تاکید ہوگی کہ:رحمۃ للعالمین ﷺ نے جماعت ترک کرنے والوں کے گھروں میں آگ لگا دینے کی خواہش ظاہر فرمائی[2]۔

الٰہی!سب بھائیوں کو جماعت کا پابند بنا۔

[1]۔فتح العزیز پارہ الم وعم:ج:۴ص:۴۸۵۔

[2]۔بخاری:ج:۱ص:۱۳۱۔باب وجوب صلاۃ الجماعۃ۔

تراویح کا بیان

یہ ایک تاکیدی اور ضروری سنت ہے۔

(۱)مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے کیوں کہ نبی ﷺ نے صحابہؓ کو تین رات تراویح پڑھائی اور چوتھی رات نہیں پڑھائی اور عذر فرمایا کہ: کہیں تم پر فرض نہ ہوجائے۔اور پھر ادا نہ کرنے کی صورت میں زیادہ گناہ گار ہوجاؤ۔پھر صحابہؓ اپنے گھروں میں پڑھتے رہے۔[1]

(۲)چاروں خلیفہ بھی پابندی کرتے رہے اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری سنت کو اور جو خلفائے راشدین میرے بعد ہوں گے ان کی سنت کو مضبوط پکڑ لینا[2]۔

(۳)حضرت عائشہؓ اپنے غلام ذکوان کے[3]

(۴)ام سلمہؓ حسن بصریؒ کی ماں کے پیچھے تراویح پڑھتی تھیں جو ان کی باندی تھیں[4]۔

(۵)اسی لئے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ:اگر کسی شہر کے سب لوگ تراویح چھوڑ دیں تو اسلامی حاکم کو ان کے ساتھ جہاد کرنا چاہئے۔

[1]۔مبسوط للسرخسی:ج:۲ص:۲۵۸۔والاختیار لتعلیل المختار:ج:۱ص:۷۵۔

[2]۔ابوداؤد:ج:۴ص:۳۲۹۔

[3]۔السنن الکبری للبیہقی:ج:۲ص:۲۵۳،باب مَنْ تَصَفَّحَ فِی صَلَاتِهِ كِتَابًا فَفَهِمَهُ أَوْ قَرَأَهُ۔

[4]۔مصنف ابن ابی شیبۃ:ج:۲ص:۸۸،الرقم:۴۹۸۴۔

تراویح کے متعلق آٹھ بحثیں

(۱)وقت(۲)نیت(۳)رکعتوں کی تعداد(۴)جماعت کے ساتھ پڑھنا (۵)قرات کی مقدار(۶)ہرترویحہ یعنی چار رکعتوں کے بعد ٹھہرنا۔(۷)بیٹھ کر تراویح پڑھنا(۸)وتر جماعت سے پڑھنا۔

پہلی بحث:

(۱)صحیح قول پرتراویح کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق تک رہتا ہے۔اس عرصہ میں جس وقت چاہیں پڑھ لیں،وتروں سے پہلے خواہ بعد میں،لیکن پہلے پڑھنا بہتر ہے۔جیسا کہ اوردنوں میں بھی بہتر یہی ہے کہ وتر رات کی نماز کے آخر میں پڑھے جائیں۔

(۲)تراویح بلاکراہت صبح صادق تک درست ہے اوربہتر یہ ہے کہ اگر جماعت کے لوگ ہمت والے ہوں اور کاروباری نہ ہوتو رات کا اکثر حصّہ تراویح میں صرف کریں۔

(۳)بعض کہتے ہیں کہ: آدھی رات کے بعد تراویح مکروہ ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ البتہ عشاء کے فرض آدھی رات کے بعد اگر مجبوری نہ ہوتو سب کے نزدیک مکروہ ہیں۔

(۴)اگرتراویح فرضوں سے پہلے پڑھ لیں تو درست نہ ہوں گی،پس جولوگ جلدی فارغ ہونے کے شوق میں عشاء کے فرض وقت سے پہلے پڑھ لیتے ہیں ان کے نہ تو فرض ہی ادا ہوتے ہیں نہ تراویح نہ وتر۔اسی کو کہتے ہیں نیکی برباد گناہ لازم۔

دیکھو دنیا کی عدالتوں میں بھی اس شخص کو غیر حاضر ہی شمار کیا جاتا ہے جو مقرر وقت سے پہلے حاضری دے کر چلا آئے۔

(۵)بخارا کے علماء کے نزدیک تراویح وتر سے پہلے ہی درست ہیں بعد میں

نہیں،کیوں کہ احادیث وآثار سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تراویح وتر سے پہلے ہی پڑھی جاتی تھیں،لیکن یہ قول صحیح نہیں۔

(۶)اگرتراویح کا وقت ختم ہوجائے توصحیح یہ ہے کہ نہ ان کی قضا جماعت کے ساتھ ضروری ہے نہ جماعت کے بغیر۔کیوں کہ اگر ان کی قضا ہوتی توفرضوں کی طرح جماعت کے ساتھ ہوتی اور یہ ثابت نہیں۔

نیز تراویح کی تاکید مغرب اورعشاء کی سنتوں سے زیادہ نہیں ہے اوران کی قضاء نہیں ہے۔پس تراویح کی بھی قضاء نہ ہونی چاہئے۔اوربعض کہتے ہیں کہ:دوسرے دن کی تراویح کے وقت سے پہلے اوربعض کے قول پر رمضان گذرنے کے پہلے جب چاہے قضا کرلے۔مگر مستحب ہے تاکیدی حکم نہیں ہے[1]۔

دوسری بحث:

(۱)اگرتراویح کی اورمؤکدہ سنتوں کی نیت اس طرح کی کہ میں نماز پڑھتا ہوں یا نفل پڑھتا ہوں تو بعض کے نزدیک توادا ہوجائیں گی اوربعض کے قول پر نہ ہوں گی۔اس لئے احتیاط یہ ہے کہ تراویح کی نیت ان تین صورتوں میں سے کسی ایک طرح کرے۔

(۱)میں تراویح　　(۲)یاوقتی سنتیں

(۳)یا رمضان کی رات کے قیام کی نماز پڑھتا ہوں۔

اورفجر ومغرب اورعشاء کی دو دو اورظہر کی چھ،ان بارہ مؤکدہ سنتوں کی نیت اس طرح کرے کہ:

(۱)میں سنت پڑھتا ہوں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی والی نماز پڑھتا ہوں۔

[1] المحیط البرھانی:ج:۱ص:۴۶۵،الجوھرۃ النیرۃ:ج:۱،ص:۹۸،فتاوی قاضی خان علی ھامش الفتاوی الھندیۃ:ج:۱ص:۲۳۹۔

(۲) پھر چوں کہ پوری تراویح ایک ہی نماز ہے اس لئے پہلی دفعہ کی نیت کافی ہے۔ ہر مرتبہ نیت کی ضرورت نہیں اور تراویح اور ان بارہ سنتوں کے سوا اور سنتوں اور نفلوں میں نفل کی یا نماز کی نیت کی تو سب کے نزدیک درست ہے[1]۔

تیسری بحث: رکعتوں کی تعداد میں

الف: صحیح حدیث میں ہے کہ: نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور منقول ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں بھی بعض سلف گیارہ ہی رکعتیں پڑھتے تھے یعنی آٹھ تراویح تین وتر۔ تاکہ نبی ﷺ کے طریق کی پیروی ہوجائے۔ لیکن صحابہؓ اور تابعینؒ اور ان کے بعد والوں کا عمل اس وقت سے آج تک بیس ہی رکعتوں پر رہا ہے۔ اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ پس ممکن ہے کہ گیارہ رکعتوں والی حدیث سے تہجد کی نماز مراد ہو جیسا کہ رمضان اور غیر رمضان کے لفظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ہمیشہ تو تہجد ہی پڑھی جاتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ: آپ نے کبھی گیارہ پڑھی ہوں اور کبھی وتر سمیت تیئیس پڑھی ہوں۔ اور صحابہؓ نے دوسری صورت کو لے لیا ہو۔

ب: اور بیس رکعتوں کی تائید میں یہ روایتیں ہیں:

(۱) بیہقی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ: عمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ کے زمانے میں لوگ بیس رکعتیں پڑھتے تھے[2]۔

---

[1]۔ الاختیار: ج: ۱ ص: ۷۵۔ البحر الرائق: ج: ۱ ص: ۲۹۴۔ ردالمحتار: ج: ۱ ص: ۵۹۰۔ الجوهرة النيرة: ج: ۱ ص: ۹۹۔ المحیط البرهانی: ج: ۱ ص: ۴۵۹۔ البناية شرح الهداية: ج: ۲ ص: ۵۵۸۔

[2]۔ اصل روایت یوں ہے: عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِى شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً۔ اور اس میں "وعلى عهد عثمان وعلي رضي الله تعالى عنهما مثله" کے الفاظ مدرج ہیں۔ السنن الکبری للبیهقی: ج: ۲ ص: ۴۹۶۔ الرقم: ۴۸۰۱

(۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ اول بیس رکعتیں پھر تین وتر پڑھتے تھے[1]۔

(۳) صحابہؓ وتابعین اور ان کے بعد والوں کے عمل سے بیس ہی کی تائید ہوتی ہے۔

(۴) امام مالک وشافعی رحمہما اللہ اور اہل مدینہ کے قول پر چھتیس اور وتر سمیت انتالیس رکعتیں ہیں[2] اور مدینہ والوں نے جو سولہ رکعتیں زیادہ کی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور دو رکعتیں طواف کی پڑھتے تھے اور مدینہ والے اس فضیلت کو حاصل نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ ہر ترویحہ کے بعد چار نفلیں پڑھتے تھے کیوں کہ ان کے نزدیک نفلوں کی جماعت صحیح ہے، اور ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک چوں کہ نفلوں کی جماعت مکروہ ہے اس لئے اگر کوئی پڑھنا چاہے تو یہ نفلیں جماعت کے بغیر پڑھے[3]۔

د: شیخ قاسم مصری حنفیؒ فرماتے ہیں کہ: نفلوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیوں کہ اگر نفلوں کی جماعت مستحب ہوتی تو فرض نمازوں کی طرح افضل ہوتی اور اگر افضل ہوتی تو تہجد والے اور رات کو جاگنے والے جمع ہو کر فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے۔ پس جب نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس بارے میں کوئی روایت نہیں آئی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ نفلوں کی جماعت میں کوئی فضیلت نہیں[4]۔

---

[1]۔ السنن الکبری للبیهقی: ج: ۲ ص: ۴۹۶۔ الرقم: ۴۷۹۹۔ مصنف ابن ابی شیبة: ج: ۲، ص: ۳۹۴، الرقم: ۷۷۷۴۔

[2]۔ المدونة الکبری: ج: ۱ ص: ۲۸۷۔ الذخیره للقرافی: ج: ۲ ص: ۴۰۷۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک راجح بیس رکعت تراویح ہی ہے دیکھئے: المجموع شرح المهذب: ج: ۴ ص: ۳۰، واسنی المطالب: ج: ۱ ص: ۲۰۰۔

[3]۔ مجموعہ رسائل قاسم بن قطلوبغا: رسالة فی التراویح والوتر: ص: ۲۴۱۔

[4]۔ مجموعہ رسائل قاسم بن قطلوبغا: رسالة فی التراویح والوتر: ص: ۲۴۲۔

مسئلہ: اگرچہ ہمارے نزدیک تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، لیکن بیماروں اور مجبوروں کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ بیس کے بجائے آٹھ ہی پڑھ لیا کریں اور تراویح کی فضیلت سے محروم نہ رہا کریں۔

چوتھی بحث:

(۱) تراویح کا مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت علی الکفایہ ہے کیوں کی جب نبی ﷺ نے تین روز جماعت سے پڑھانے کے بعد اس خوف سے جماعت کو ترک فرما دیا کہ کہیں تراویح فرض نہ ہو جائیں۔ تو صحابہؓ اپنے گھروں میں تراویح پڑھتے تھے۔ اور ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے پورے اور عمر فاروقؓ کی خلافت کے شروع زمانے میں عمل اسی پر رہا، پھر حضرت عمرؓ نے جماعت قائم کرائی اور اس کے بعد یہی افضل قرار پایا۔ اور عثمانؓ وعلیؓ بھی موجود تھے سب نے اس عمل کو پسند کیا۔ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ: خدا عمرؓ کی قبر کو روشن کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔

(۲) شیخ قاسم حنفیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح کا جماعت سے پڑھنا سنت علی الکفایہ ہے، پس اگر مسجد والے سب کے سب جماعت چھوڑ دیں تو سب سنت کے تارک اور ملامت کے مستحق ہوں گے اور اگر مسجد میں جماعت ادا کی جائے اور بعض لوگ اپنے گھر جا کر پڑھ لیں تو وہ ملامت کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ فضیلت کے تارک ہوں گے اور اگر گھر میں تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کریں تو صحیح یہ ہے کہ ان کو جماعت کی فضیلت تو مل جائے گی لیکن مسجد کی فضیلت نہیں ملے گی[1]۔

(۳) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی گھر میں سنت قرأت کی اور دوسری

[1]۔ مجموعہ رسائل قاسم بن قطلوبغا: رسالۃ فی التراویح والوتر: ص:۲۴۴-۲۴۵۔

سنتوں کی رعایت کے ساتھ جماعت کر سکے تو وہ گھر میں پڑھ لے ہاں! اگر وہ بڑا فقیہ ہو کہ لوگ اس کی اقتدا کرتے ہوں اور اس کے مسجد میں آنے سے مجمع کی تعداد بڑھ جاتی ہو تو اس کے لئے مسجد کی جماعت کا ترک کرنا مناسب نہیں[1]۔

(۴) اور بعض کہتے ہیں کہ باقی سنتوں کی طرح تراویح کا بھی گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ کیوں کہ یہ ریا سے دور تر اور خلوص سے قریب تر ہے۔ اور صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: فرض نماز کے سوا آدمی کی گھر والی نماز سب سے افضل ہے[2]۔

لیکن شیخ عبد الحقؒ فرماتے ہیں کہ: گھر میں افضل ہونا ان نمازوں میں ہے جن کی بارے میں جماعت وارد نہیں ہوئی اور تراویح کے لئے جماعت ثابت ہو چکی ہے (پس ان کے گھر میں افضل ہونے کے کوئی معنی نہیں) نتیجہ یہ ہے زیادہ ثواب اسی میں ہے کہ تراویح کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔

مسائل:

(۱) اگر پوری جماعت نے عشاء کے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو تراویح اور وتر کا جماعت سے ادا کرنا درست نہیں۔ ہاں! اگر کچھ لوگوں نے فرض جماعت کے ساتھ ادا کئے ہوں اور کچھ لوگوں نے جماعت کے بغیر پڑھے ہوں تو ان کے ساتھ شامل ہو کر یہ لوگ بھی تراویح اور وتر جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) اگر تراویح کی جماعت ہو رہی ہو اور کوئی شخص آئے تو اس کو چاہئے کہ پہلے فرض جماعت کے بغیر ادا کرے پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے اور رہی ہوئی تراویح کو وتر کے بعد ادا کرے۔

[1]۔ فتح القدیر ج:۱ ص:۴۶۸، تبیین الحقائق: ج:۱ ص:۱۷۹۔

[2]۔ بخاری: ج:۹ ص:۹۵، باب مایکرہ من کثرۃ السؤال وتکلف مالا یعنیہ۔ وشرح معانی الآثار: ج:۱ ص:۳۵۰، کتاب الصلاۃ۔ باب القیام فی شہر رمضان۔

(۳) اگر فرض، تراویح، وتر سب ادا کرنے کے بعد پتہ چلے کہ عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے تھے تو اب فرضوں کے ساتھ تراویح اور وتر کو بھی لوٹائے۔

(۴) صحیح یہ ہے کہ تراویح میں سورۃ الاخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا (جیسا کہ دستور ہے) مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

رمضان المبارک میں یہ دعا پڑھنی چاہئے:

يَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْأَبْصَارِ وَيَاخَالِقَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِمَعْرِفَتِكَ يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ يَاكَرِيْمُ يَاسَتَّارُ يَاحَلِيْمُ يَاوَهَّابُ يَارَحِيْمُ يَاتَوَّابُ

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ (تین مرتبہ پڑھیں)

سُبْحَانَ ذِى الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ ،سُبْحَانَ ذِى الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْجَلَالِ وَالْجَمَالِ وَالْكَمَالِ وَالْبَقَاءِ وَالثَّنَاءِ وَالضِّيَاءِ وَالْآلَاءِ وَالنَّعْمَاءِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِىْ لَايَنَامُ وَلَايَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَاوَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ۔أَللّٰهُمَّ أَجِرْنَا مِنَ النَّارِ (ایک مرتبہ)

يَامُجِيْرُ (سات مرتبہ) لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ ، نَسْتَغْفِرُكَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: اے دلوں اور آنکھوں کے پلٹنے والے اور اے رات اور دن کے پیدا

کرنے والے، اپنی معرفت کے نور سے ہمارے دلوں کو روشن کردے۔ اے عزت وغلبہ والے، اے سب سے بڑھ کر گناہوں کے بخشنے والے۔ اے بڑی بزرگی والے۔ اے سب سے بڑھ کر عیبوں کے چھپانے والے، اے بڑے تحمل سچائی والے اے بہت دینے والے اے بہت رحم کرنے والے اے کثرت سے توبہ قبول کرنے والے۔

ہم پاکی بیان کرتے ہیں اس بادشاہ کی جو مقدس اور تمام عیبوں سے بری ہے۔

ہم پاکی بیان کرتے ہیں ملک اور حکومت والے کی، ہم پاکی بیان کرتے ہیں عزت اور عظمت اور دبدبہ اور طاقت اور بزرگی اور حسن اور کمال اور بقاء اور تعریف اور روشنی اور نعمتوں اور بڑائی اور بہت غلبہ والے کی۔

ہم پاکی بیان کرتے ہیں اس بادشاہ کی جو ہمیشہ زندہ ہے، جسے نہ نیند آتی ہے نہ موت وہ بہت پاک ہے عیبوں سے بالکل بری ہے۔

ہمارا بھی رب ہے اور فرشتوں اور روح القدس جبرئیلؑ کا بھی رب ہے۔ اے اللہ! ہمیں آگ سے پناہ دے۔ اے پناہ دینے والے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہم آپ سے جنت مانگتے ہیں اور آپ سے گناہوں کی بخشش کی دعا کرتے ہیں اور آگ سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔

پانچویں بحث: قرأت کی مقدار میں۔ (اس میں اختلاف ہے)

(۱) بعض کے قول پر ہر رکعت میں مغرب کی رکعتوں کے اور بعض کے نزدیک عشاء کی رکعتوں کے برابر قرأت پڑھے کیوں کہ ان کا درجہ فرض سے کم ہے اس لئے ان میں قرأت فرضوں سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ سے حسن کی روایت یہ ہے کہ: ہر رکعت میں دس آیتیں اوران کی مانند پڑھے کیوں کہ اس سے ایک مرتبہ (قرآن) ختم ہوجاتا ہے۔ اس بناء پر کہ تراویح

کی تیس دن کی چھ سو رکعتیں ہیں اور قرآن مجید کی چھ ہزار دوسو چھتیس آیتیں ہیں۔ پس چھ سو رکعتوں میں فی رکعت دس آیتیں پڑھی جائیں تو کل چھ ہزار ہوجاتی ہیں[1]۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ: ہر رکعت میں بیس سے لے کر تیس تک پڑھے کیوں کہ روایت ہے کہ: عمرؓ نے تین امام بلائے اور ان میں سے ایک کو ہر رکعت میں تیس آیتیں اور دوسرے کو پچیس اور تیسرے کو بیس آیتیں پڑھنے کو فرمایا۔ پس عمرؓ کا ارشاد فضیلت کی بنا پر ہے اور امام صاحبؒ کا سنت کی بناء پر۔ کیوں کہ اس پر اتفاق ہے کہ رمضان میں ایک ختم سنت ہے۔ اور دو میں فضیلت اور تین میں اور زیادہ فضیلت ہے۔ اور امام صاحبؒ کی مقدار پر ایک اور عمرؓ کی مقدار پر دو یا تین ختم ہوجاتے ہیں[2]۔

(۴) بعض حضرات شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کی امید پر ستائیسویں شب کو ختم کرنا بہتر جانتے ہیں کیوں کہ اس رات کے لیلۃ القدر ہونے کے بارے میں بہت سی احادیث ایک دوسری کی مؤید ہوکر آئی ہیں۔ اور اسی لئے بخارا کے علماء نے قرآن مجید کو پانچ سو چالیس رکوع پر تقسیم کر کے مصاحف میں علامتیں لگادیں تاکہ ختم ستائیسویں شب کو واقع ہو کیوں کہ بیس فی شب کے حساب سے ستائیس راتوں کی ۵۴۰ ہی رکعتیں ہوتی ہیں[3]۔

(۵) متقدمین میں سے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں تیس تیس آیتیں پڑھنی چاہئیں تاکہ ہر عشرہ میں ایک ایک ختم ہوجائے کیوں کہ اس مہینہ کا ہر عشرہ خاص خاص برکتیں رکھتا ہے[4] چناں چہ حدیث میں ہے کہ اس مہینہ کا اول حصہ رحمت اور

---

[1]۔ المحیط البرهانی: ج:۱ ص:۴۵۹۔ العنایة شرح الهدایة: ج:۱ ص:۴۶۹۔
[2]۔ بدائع الصنائع: ج:۱ ص:۲۸۹۔ المبسوط: ج:۲ ص:۲۵۹۔
[3]۔ المبسوط: ج:۲ ص:۲۶۱۔
[4]۔ المبسوط: ج:۲ ص:۲۶۰۔

دوسرا مغفرت اور تیسرا دوزخ سے آزادی کا سبب ہے۔[1]

(۶) امام ابوحنیفہؒ سے[2] اور مواہب اللدنیہ میں امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ یہ دونوں حضرات رمضان کے مہینہ میں اکسٹھ قرآن ختم کرتے تھے[3]۔ ہر روز ایک رات میں اور ایک دن میں اور ایک تراویح میں پڑھتے تھے جو پورے مہینہ میں ختم ہوتا تھا۔ غور کا مقام ہے کہ جماعت کی رونق اور مسجد کی آبادی کے باقی رکھنے کا کس قدر خیال تھا کہ پورے مہینہ تراویح میں امام صاحبؒ ایک قرآن سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

(۷) علماء کا ارشاد ہے کہ: تراویح کے دس کے دس سلاموں میں قرأت کا برابر ہونا افضل ہے یعنی جتنی قرأت پہلی دو رکعتوں میں پڑھیں آئندہ کی دو دو رکعتوں میں بھی اتنی اتنی پڑھتے چلے جائیں۔ اور ایک سلام کا حکم یہ ہے کہ: دوسری رکعت میں بالاتفاق پہلی سے زیادہ قرأت نہ ہو۔ اور دوسری نمازوں کا بھی یہی حکم ہے۔ سنت ہو خواہ وتر خواہ نفل۔ اور پہلی میں دوسری سے زیادہ قرأت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ رہی بہتری سو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک تو اولی یہی ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں اور امام محمدؒ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پہلی میں دوسری سے زیادہ ہو جیسا کہ فرض نمازوں کا بھی ان کے نزدیک یہی حکم ہے[4]۔

(۸) اگر کوئی آیت یا سورت بیچ میں چھوڑ کر آگے سے پڑھنے لگا ہو تو بہتر یہ ہے کہ جو حصہ چھوڑا تھا اس کو بھی پڑھے اور جو اس کے بعد پڑھ لیا تھا اس کو بھی لوٹائے تاکہ قرأت ترتیب وار باقی رہے اور اگر اسی رہی ہوئی آیت یا سورت کو لوٹا لیا تو یہ

---

[1]۔ صحیح ابن خزیمة: ج:۳ ص:۱۹۱، الرقم:۱۸۸۷، باب فضائل شهر رمضان إن صح الخبر
[2]۔ تبیین الحقائق: ج:۱، ص:۱۷۹۔ فتح القدیر: ج:۱ ص:۴۶۹۔ مراقی الفلاح: ص:۱۵۸
[3]۔ کمارواه البیهقی فی معرفة السنن والآثار: ج:۱، ص:۱۹۲، الرقم:۸۰
[4]۔ المحیط البرهانی: ج:۱ ص:۴۶۰، بدائع الصنائع: ج:۱ ص:۲۸۹

بھی کافی ہے[1]۔

(۹) اگر کوئی دوگانہ فاسد ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ جتنی قرأت اس میں پڑھی ہے اس کو بھی لوٹائے تاکہ ختم صحیح نماز میں ہوجائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مقصود قرأت تھی اور اس میں کوئی فساد ہے نہیں۔ اس لئے قراءت کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔[2]

(۱۰) رہا تراویح میں امام کو بتلانا سو اس میں وہی اختلاف ہے جو اور نمازوں میں ہے اور فتوی اس پر ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ چوں کہ تراویح میں ضرورت پڑتی ہے اس لئے اس میں اختلاف نہیں۔

(۱۱) علماء کا ارشاد ہے کہ یہ مناسب نہیں کہ صرف خوش آواز ہی کو امام بنائیں اور قرأت کی درستی کا خیال نہ کریں۔ بلکہ صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہئے کیوں کہ جب امام اچھی آواز سے پڑھے گا تو لوگ اس کی لذت میں پھنس جائیں گے اور قرآن میں غور وفکر کرنے کا موقعہ نہ ملے گا۔

(۱۲) اسی طرح اگر امام حروف بنا بنا کر پڑھتا ہو، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ لوگ اس کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں چلے جائیں[3] کذا فی سنن الہدی۔

(۱۳) اگر فقیہ قاری ہو تو اس کو چاہئے کہ خود سنائے، اور دوسرے کی اقتداء نہ کرے[4]۔

---

[1]۔المحیط البرهاني:ج:۱ص:۴۶۰،الجوهرة النيرة:ج:۱ص:۹۸۔حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص:۴۱۵۔

[2]۔المحیط البرهاني:ج:۱ص:۴۶۰،الجوهرة النيرة:ج:۱ص:۹۸۔

[3]۔فتاوی قاضي خان على هامش الفتاوى الهندية:ج:۱ص:۲۳۸،الفتاوى الهندية: ج:۱ص:۲۳۳۔

[4]۔فتاوی قاضي خان على هامش الفتاوى الهندية:ج:۱ص:۲۳۳،الفتاوى الهندية: ج:۱ص:۲۳۳۔

(۱۴) رکوع اور سجدوں کی تسبیحات کو تین سے کم نہ پڑھے، کیوں کہ یہ سنت کا ادنی درجہ ہے پس تین سے کم سنت کے خلاف ہے اور ثناء اور درود کو ترک نہ کرے اور ''وعلی آل محمد'' تک پڑھ لینا کافی ہے۔ رہی دعائیں سو اگر مقتدیوں کو گراں نہ گزریں تو پڑھ لیا کرے۔ ورنہ ترک کردے۔

(۱۵) اگر آخری دوگانے کی پہلی رکعت میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھے تو دوسری میں فاتحہ کے ساتھ بقرہ کا کچھ حصہ بھی پڑھ لے تاکہ: الحال المرتحل والی حدیث پر عمل ہوجائے[1]۔ یعنی ختم کے ساتھ ہی شروع کرنے والا بن جائے جس کو حدیث میں افضل ترین عمل بتلایا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دوسری میں بھی انہیں دونوں سورتوں کو لوٹالے، اور بقرہ میں سے کچھ بھی نہ پڑھے۔ تاکہ نظم اور ترتیب کی رعایت رہے[2]۔

(۱۶) مسنون یہ ہے اور اسی پر حرمین اور باقی ملک والوں کا عمل بھی ہے کہ: وَالضُّحٰی سے لے کر سب سورتوں کے آخر میں تکبیر پڑھے اور اس میں لا الہ الا اللہ واللہ اکبر بہتر ہے لیکن نماز میں اس تکبیر کو آہستہ سے پڑھے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ تکبیر سورۃ کی آخری آیت کا جزء ہے اور اللہ اکبر کے بعد وللہ الحمد بھی پڑھ لے تو اور بھی بہتر ہے اور فقط اللہ اکبر بھی کافی ہے[3] اگر امام حافظ نہ ہو تو بعض کے نزدیک تو افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں قل ھو اللہ پڑھے اور دوسرے بعض کے قول پر چھوٹی سورتوں میں سے ایک ایک سورت پڑھنا بہتر ہے تاکہ رکعتوں کی گنتی میں شبہ نہ پڑے۔ اور ان کی یاد

---

[1]۔ترمذی:ج:۵،ص:۱۹۷،الرقم:۲۹۴۹،مسندبزار:ج:۱۱،ص:۴۴۴،الرقم:۵۳۰۶، مستدرک حاکم:ج:۱ص:۷۵۷،الرقم:۲۰۸۸۔

[2]۔فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندية:ج:۱ص:۱۶۴۔دررالحکام:ج:۱، ص:۱۱۱۔

[3]۔مستدرک:ج:۳ص:۳۴۴،الرقم:۵۳۲۵،شعب الایمان:ج:۳ص۴۲۵۔الرقم:۱۹۲۱

کرنے میں لگ کر قرآن واذکار میں غور وفکر کرنے سے محروم نہ رہے[1]۔ اور حرمین اور عرب کے ملک والوں کا عمل اس پر ہے کہ پہلی رکعت میں الم تر کیف اور دوسری میں قل ھواللہ اور تیسری میں سورۃ القریش اور چوتھی میں پھر قل ھواللہ پڑھتے ہیں اور باقی رکعتوں میں بھی اسی طرح کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ پندرہویں اور سولہویں دونوں میں قل ھواللہ سترہویں اور اٹھارویں میں سورۃ الاخلاص اور فلق اور انیسویں اور بیسویں میں سورۃ الاخلاص اور سورۃ الناس پڑھتے ہیں۔

چھٹی بحث: دو ترویحوں کے درمیان ٹھہرنے میں

(۱) مستحب یہ ہے کہ ہر ترویحہ کے بعد یہاں تک کہ پانچویں کے بعد بھی اتنی دیر آرام لے جتنی دیر میں اس ترویحہ (چار رکعتوں) کو ادا کیا ہے۔

(۲) پھر اس عرصہ میں چاہے سبحان اللہ، یا لا الہ الا اللہ، یا درود یا قرآن یا نفلیں پڑھے یا وعظ سنتا رہے اور چاہے چپ رہے اور وہ دعا بہت بہتر ہے جو ترجمہ سمیت صفحہ ۲۶ پر لکھی ہے۔

(۳) اور یہ آرام لینا امام ابوحنیفہؒ سے اور دوسرے سلف سے بھی منقول ہے اور اہل حرمین کا عمل بھی اسی پر ہے چناں چہ مکہ والے ہر ترویحہ کے بعد ایک طواف کرتے تھے اور مدینہ والے چار نفلیں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے سب شہروں میں اسی پر عمل تھا[2]۔

(۴) نیز تراویح کا لفظ راحت سے بنا ہے اور اس میں نام کے ساتھ بھی مطابقت ہو جاتی ہے۔

(۵) اگر آرام کو ترک کر دیا تو بعض کے قول پر تو کچھ حرج نہیں اور بعض کے

---

[1]۔ البحر الرائق: ج:۲ ص:۷۴، رد المحتار: ج:۲ ص:۴۷، النہر الفائق: ج:۱ ص:۳۰۷۔

[2]۔ الاختیار: ج:۱ ص:۷۵، الجوہرۃ النیرۃ: ج:۱ ص:۹۷۔ الهدایة: ج:۱ ص:۷۰۔

نزدیک مستحب کے خلاف ہے کیوں کہ یہ مکہ اور مدینہ والوں کے عمل کے مطابق نہیں۔

(۶) شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چوں کہ آج کل حفاظ کا دستور یہ ہے کہ زیادہ زیادہ قرأت پڑھتے ہیں اس لئے ترویحوں کے درمیان انتظار کرنے میں جماعت کو سخت دشواری پیش آئے گی بلکہ تمام رات گذر جائے گی اور اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ زیادہ پڑھنا بہتر نہیں ہے کیوں کہ اس سے وہ مستحب عمل چھوٹ جاتا ہے جو سلف سے متواتر چلا آرہا ہے پس قرأت میں اعتدال کی رعایت رہے۔

(۷) اگر اتنی دیر ٹھہر جائے کہ جس میں تھوڑی قرأت کے ساتھ چار رکعتیں پڑھ سکے اگرچہ اس ترویحہ کی قرأت کم ہو تو ان شاء اللہ یہ بھی کافی ہے اور حق تعالی سے قبولیت کی امید ہے۔

ساتویں بحث:

(۱) مجبوری کے بغیر تراویح کا بیٹھ کر پڑھنا جائز تو ہے لیکن سلف کے متواتر عمل کے مخالف ہونے کے سبب مستحب کے خلاف ہے اور فجر کی سنتوں کا مجبوری کے بغیر بیٹھ کر پڑھنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں جیسا کہ حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نصًا روایت کیا ہے کیوں کہ ان سنتوں کی تاکید زیادہ آئی ہے اور تراویح کی اتنی تاکید نہیں آئی۔

(۲) اگر امام مجبوری سے یا بلا مجبوری بیٹھ کر تراویح پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہو کر پڑھیں تو یہ بھی بلا شک جائز ہے۔

(۳) رہا یہ کہ بہتر کیا ہے؟ سو امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک تو ان کا یہ عمل مستحب ہے کیوں کہ ان کے لئے بیٹھ کر بھی جائز تھی مگر پھر بھی وہ کھڑے ہو کر پڑھ رہے ہیں تو مستحب ہونا ظاہر ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ صورت مستحب کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی پڑھیں یہی بہتر ہے۔

(۴) مسئلہ: یہ مکروہ ہے کہ مقتدی پہلے سے بیٹھا رہے پھر جب امام رکوع کرنے لگے تو اس وقت کھڑا ہو جائے کیوں کہ اس سے نماز میں سستی ظاہر ہوتی ہے اور منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔سورۃ نساء کے اکیسویں رکوع میں ہے کہ منافقین جب نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو ہارے جی سستی کے ساتھ اٹھتے ہیں۔

(۵) اسی طرح نیند کے غلبہ کے وقت بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے بلکہ اس وقت سوجائے پھر جب بیدار ہو تب پڑھے کیوں کہ نیند کی حالت میں نماز پڑھنا غفلت اور نماز کی بےقدری کی دلیل ہے اور غور وفکر کا بھی موقعہ نہیں مل سکتا[۱]۔

(۶) جو رکوع یا سجدہ یا قعدہ بالکل نیند کی حالت میں گذر جائے اس حصہ کو دوبارہ ادا کرے ورنہ نماز نہ ہوگی کیوں کہ نماز کے جو ارکان نیند کی حالت میں ادا ہوتے ہیں وہ بلا ارادہ ہوتے ہیں اس لئے وہ نہ ہونے کے برابر ہیں، اور یہ صورت اکثر اور گرمی کی رات میں خصوصاً پیش آتی رہتی ہے مگر لوگ اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔

(۷) جو لوگ امام کے رکوع کرنے تک پھرتے رہتے ہیں یا باتیں کرتے رہتے ہیں پھر رکوع میں مل جاتے ہیں ان کا قرآن پورا نہیں ہوتا اور باتیں کرنا اور بھی گناہ اور قرآن کی بےادبی ہے۔پس ایک آیت بھی چھوٹنے نہ پائے تب قرآن پورا ہوگا۔

آٹھویں بحث:

(۱) اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر کی جماعت صرف رمضان میں افضل ہے اور دوسرے دنوں میں بھی جائز ہے مگر اس پر ہمیشگی نہ کریں اور وتروں میں امام

[۱]۔المحیط البرھانی:ج:۱ص:۴۶۷،ردالمحتار:ج:۲ص:۴۸،فتاوی قاضی خان علی ہامش الفتاوی الھندیۃ:ج:۱ص:۲۴۴۔

آواز سے پڑھے اور جو اکیلا پڑھے اس کو اختیار ہے[۱]۔اور تیسری رکعت میں مقتدی اور امام دونوں دعائے قنوت آہستہ پڑھیں۔اور جس کو یاد نہ ہو وہ تین مرتبہ رب اغفرلی، یا، یا ربی کہے۔

(۲) اگر کسی کی تمام یا بعض تراویح رہ گئی ہوں اور وتر کی جماعت ہونے لگے تو وہ بھی شریک ہو جائے اور تراویح بعد میں پڑھے۔[۲]

(۳) اگر مقتدی کی دعائے قنوت پوری ہونے سے پہلے امام رکوع کردے تو یہ بھی رکوع میں چلا جائے کیوں کہ دعائے قنوت کا نہ تو زمانہ مقرر ہے کہ اتنی دیر تک پڑھے اور نہ حد مقرر ہے کہ ختم کرنا ضروری ہو[۳]۔

(۴) جب تیسری میں امام کے ساتھ قنوت پڑھ لی ہو تو مقتدی اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں میں قنوت نہ پڑھے۔

(۵) اگر نمازیوں کو شک ہو جائے کہ رکعتیں اٹھارہ ہوئی ہیں یا بیس۔تو صحیح یہ ہے کہ جماعت کے بغیر دو رکعتیں اور پڑھ لے تاکہ تعداد بھی یقیناً پوری ہو جائے اور نفلوں کی جماعت بھی لازم نہ آئے جو مکروہ ہے کیوں کہ شاید پہلے ہی بیس ہو چکی ہوں تو پھر یہ دو نفلیں ہوں گی[۴]۔

(۶) اگر دو امام تراویح پڑھائیں تو مستحب یہ ہے کہ: امام کی تبدیلی دو رکعتوں پر نہ کریں بلکہ پورے ترویحہ یعنی چار رکعتوں پر کریں[۵]۔

[۱]۔(حاشیہ: چاہے آہستہ پڑھے چاہے آواز سے اور رات کے تمام نفلوں کا یہی حکم ہے)

[۲]۔الفتاوی الھندیۃ:ج:۱ص:۱۱۷،الجوھرۃ النیرۃ:ج:۱ص:۹۹،البحر الرائق:ج:۲ص:۷۳

[۳]۔الفتاوی الھندیۃ:ج:۱ص:۱۱۱،فتاوی قاضی خان علی ھامش الفتاوی الھندیۃ: ج:۱، ص:۹۷۔

[۴]۔المحیط البرھانی:ج:۱ص:۴۶۵،الجوہرۃ النیرۃ:ج:۱ص:۹۸۔فتاوی قاضی خان علی ہامش الفتاوی الہندیۃ:ج:۱ص:۲۳۹۔

[۵]۔بدائع الصنائع:ج:۱ص:۲۸۹،تبیین الحقائق:ج:۱ص:۱۷۸،البنایۃ:ج:۲ص:۵۶۰

(۷) وتروں کی دعائے قنوت تو امام کے ساتھ مقتدی بھی پڑھے لیکن فجر کی قنوت صرف امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے[1]۔

تراویح کے متعلق چند غفلتوں پر تنبیہ

(۱) امام کے لئے مکروہ ہے کہ قراءت کو سنت کی ادنی حد سے زیادہ طول دے اور اذکار و تسبیحات کو حد سے زیادہ دراز کرے۔ کیوں کہ لوگ اس سے اکتا جائیں گے اور جماعت کی رونق کم ہوجائے گی لیکن اس قدر رعایت کرنا بھی مناسب نہیں کہ قرأت و تسبیحات کو سنت کی ادنی مقدار سے بھی کم کردے پس رکوع و سجود کی تسبیحات کم از کم تین مرتبہ ضرور پڑھے کیوں کہ اس سے کم کرنے میں سنت کا ثواب نصیب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں تین مرتبہ کو یہ فرمایا ہے کہ یہ کم سے کم مقدار ہے اور التحیات اور درود بھی ضرور پڑھے زیادہ نہیں تو وعلی آل محمد تک ہی سہی۔ البتہ دعا کو چھوڑ دے تو کچھ ہرج نہیں۔

(۲) امام اتنی جلدی بھی نہ کرے کہ مقتدیوں کو تین تسبیحات اور التحیات اور درود کا پڑھنا بھی دشوار ہوجائے اسی طرح اگر کوئی رکوع یا سجدے میں آخر تک سوتا رہے تو اس رکن کا لوٹانا بھی ضروری ہوگا۔

(۳) جماعت کی رونق باقی رکھنے ہی کے لئے بعض کے قول پر تو ہر رکعت میں اتنا پڑھے جتنا مغرب کے فرضوں میں پڑھتے ہیں یعنی لم یکن سے سورہ ناس تک کی سورتوں کے برابر پڑھے کیوں کہ نفل فرضوں سے ہلکے ہیں پس سب سے ہلکے فرض یعنی مغرب کے برابر رہنے چاہئیں لیکن چوں کہ پورا قرآن ختم کرنا بھی سنت ہے اور اتنی مقدار سے ختم نہیں ہوتا اس لئے یہ قول صحیح نہیں۔

[1] یہ آٹھوں بحثیں ماثبت بالسنۃ سے لی گئی ہیں: ص:226 تا ص: ۲۳۳۔

اور بعض کہتے ہیں کہ جماعت کی رغبت و نفرت کا لحاظ رکھ کر اتنی مقدار پڑھے جس سے ان کو نفرت نہ ہو کیوں کہ قرأت کی مقدار بڑھانے سے جماعت کو ترقی دینا افضل ہے اور اسی خیال سے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ تراویح میں پورے مہینے میں صرف ایک اور اپنی تلاوت میں ساٹھ قرآن مجید پڑھتے تھے جیسا کہ اوپر پانچویں بحث میں گذرا ہے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ: اپنے زمانے کے لوگوں کے حال پر نظر نہ رکھنے والا جاہل ہے۔

آج کل لوگوں کی طبیعتیں دین سے سمٹی ہوئی ہیں اور نہایت دشواری سے طاعت کی طرف آتی ہیں اگر سیدھی راہ دیکھتے ہیں تو اسے اختیار نہیں کرتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھتے ہیں تو اسے اختیار کر لیتے ہیں۔[1]

ان لوگوں نے تراویح کو عادت بنا رکھا ہے نہ کہ عبادت جس سے خدا تعالی کا قرب حاصل کریں اور جس طرح نبی کریم ﷺ نے تراویح میں قرأت وغیرہ کی شرط کی ہے اسی طرح ادا کریں اسی لئے اماموں کے پیچھے نماز پڑھ کر خوش ہوتے ہیں جو رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ پورے طور پر ادا نہیں کرتے۔ اور عقائد اور اعمال اور صورت ولباس بھی نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق نہیں رکھتے اور قرآن مجید کو خدائے تعالی کے حکم کے موافق صاف صاف نہیں پڑھتے بلکہ بعض تو حرکات و حروف کو چھوڑ کر بالکل غلط پڑھتے ہیں اور فتاوی بزازیہ میں ہے کہ: غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ: پوری طرح رکوع و سجدے کرنے والے اور صحیح قرآن پڑھنے والے امام پر اعتراض کرتے ہیں حالاں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جس نے پرہیزگار امام کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی،[2] وہاں یہ قدر و منزلت اور یہاں ایسی بے قدری ع:

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا؟

[1] (الاعراف: رکوع ۱۷)

[2] (موضوع ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع: ج:۱ ص:۱۸۶۔

(۴) جو شخص قومہ اور جلسہ اور اطمینان جس کی مقدار ایک تسبیح کے برابر ہے ان تینوں کو چھوڑ کر تراویح ادا کرے گا وہ یقینا گنہگار اور جہنم کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ کیوں کہ یہ تینوں ابو یوسف اور شافعی رحمہا اللہ کے یہاں تو فرض ہیں اس لئے ان کے چھوڑنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک ایک روایت پر تو واجب ہیں یہاں تک کہ ان کے چھوڑنے سے نماز دہرانی پڑتی ہے اور دوسری روایت پر سنت ہیں کہ ان کا ترک کرنے والا ملامت کا مستحق ہوکر ان لوگوں میں شامل ہوجاتا ہے جن کا ذکر آیت: اَلَّذِینَ ضَلَّ سَعْیُہُم [1] میں آیا ہے یعنی ان لوگوں کی کوشش دنیا میں اکارت ہوگی اور وہ اس پر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔ نیز یہ ان میں سے ہوں گے جن کا ذکر: وَبَدَا لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ مَالَمْ یَکُونُوا [2] میں ہے کہ: ان کو خدائے تعالی کی طرف سے وہ بات پیش آئی جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور یہ کھلا ٹوٹا اور بہت بڑا نقصان ہے۔

الٰہی! ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنا۔

(۵) یہاں ایک نکتہ بھی بیان کیا جاتا ہے تاکہ جو لوگ انصاف والے ہیں اور حق کی تلاش میں رہتے ہیں وہ نصیحت حاصل کرسکیں اور وہ نکتہ یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں ایک قومہ (یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا) اور ایک جلسہ (یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) ہے اور دونوں میں اطمینان (ایک تسبیح کے برابر ٹھہرنا) ضروری ہے۔ اور ان میں سے ایک اطمینان کا چھوڑ دینا بھی گناہ ہے پس ایک ایک کا اطمینان چھوڑ دینے سے بیس رکعتوں میں بیس گناہ ہوجائیں گے اور دونوں کا اطمینان چھوڑ دیا تو چالیس ہوجائیں گے اور اگر خود قومہ اور جلسہ کو بھی

۱۔ (کھف: رکوع: ۲۱)

۲۔ (زمر: رکوع: ۵)

چھوڑ دیا جیسا کہ بہت سے جلد باز ایسا بھی کرتے ہیں اور گناہ کو ظاہر کرنا اور سب کے سامنے کرنا یہ بھی مستقل گناہ ہے۔ پس یہ اسی (۸۰) گناہ اور ان کا اظہار کہ وہ بھی اسی (۸۰) ہیں مل کر ایک سو ساٹھ ہوجائیں گے اور اس حالت میں ان بیس رکعتوں کا لوٹانا بھی واجب ہے پس اگر نہ لوٹایا تو یہ بیس گناہ اور شامل ہوکر ایک سو اسی ہوجائیں گے اور جو ان تینوں کو ترک کرتا ہے وہ انتقال کی تکبیرات کو بھی بے موقع پڑھتا ہے پس ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کو سجدہ میں جاتے ہوئے اور تکبیر کو سجدے کے اندر ادا کرتا ہے حالاں کہ اول کا رکوع سے سیدھا ہوتے ہوئے اور ثانی کا سجدے کی طرف جھکتے ہوئے پڑھنا سنت ہے۔ اور اسی طرح سجدے سے اٹھنے کی تکبیر کو دوسرے سجدے میں جاتے ہوئے اور اس سجدے کی تکبیر کو سجدے میں جانے کے بعد ادا کرتا ہے حالاں کہ پہلی تکبیر کا سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے اور دوسری کا سجدہ کرتے ہوئے ادا کرنا سنت ہے اور اس میں دو خرابیاں ہیں:

(۱) انتقالات کے اذکار کا موقع چھوڑ دینا۔ (۲) بے موقع ادا کرنا۔

پس ہر رکعت میں چار مکروہ ہوں گے جس سے چار سنتوں کا چھوڑنا لازم آتا ہے پس تمام رکعتوں میں اَسّی مکروہات ہوں گے اور ان سے اَسّی سنتوں کا ترک لازم آئے گا اور چوں کہ مکروہ کا ظاہر کرنا بھی مکروہ ہے اس لئے اظہار کا گناہ ان کے ساتھ مل کر کل مکروہات ایک سو ساٹھ ہوگئے اور ایک سو ساٹھ سنتیں ترک ہوگئیں آیا کوئی عاقل ایسے شخص کو سمجھدار کہے گا جو رمضان کے مبارک مہینے کی راتوں میں صرف تراویح میں ایک سو اسی گناہ اور ایک سو ساٹھ مکروہ کام کرے اور ایک سو ساٹھ سنتیں چھوڑے کیوں کہ ہر سنت کے چھوڑنے میں خاص عتاب اور نبی ﷺ کی شفاعت سے محرومی ہے کیا کوئی عاقل اس بات کو پسند کرسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے۔ [1] بار الہا! ہمیں ایسے کم نصیب لوگوں میں شامل نہ کرنا۔

۱۔ (مجالس الابرار ص: ۲۳۹۔ تراویح کی فضلیت میں۔

فرائض نماز

نماز کے تیرہ فرائض ہیں۔جن میں سے سات باہر ہیں اور چھ اندر ہیں:

(۱)بدن(۲) کپڑے(۳)اور جگہ تینوں کا پاک ہونا۔ (۴)ستر چھپانا (جومرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ہے اورعورت کے لئے منہ ہتھیلیاں اور پاؤں کے سوا سارا بدن ستر ہے جس کا نماز میں ڈھانکنا ضروری ہے) (۵)وقت پرنماز پڑھنا نہ کہ پہلے (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا۔(۷)دل سے نیت کرنا۔(۸)تکبیر تحریمہ یعنی پہلی بار اللہ اکبر کہنا۔(۹) قیام یعنی کھڑے ہونا (۱۰)قرأت یعنی قرآن پاک کی ایک آیت پڑھنا۔(۱۱)رکوع (۱۲)دونوں سجدے(۱۳) آخری قاعدہ میں التحیات کی مقدار بیٹھنا

واجبات نماز

نماز کے چودہ واجبات ہیں:

(۱)فاتحہ(۲)سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا۔

(۳) پہلے فاتحہ پھر سورت پڑھنا

(۴)ایک آیت پڑھنا جوفرض ہے اس فرض کو پہلی دو رکعتوں میں ادا کرنا۔

(۵) قرأت، رکوع سجدوں اور رکعتوں کو ترتیب سے یعنی اپنی جگہ ادا کرنا اور آگے پیچھے نہ ادا کرنا۔(۶) قومہ رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔(۷) جلسہ، دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا(۸) تعدیل ارکان، رکوع اور سجدوں کو اطمینان سے ادا کرنا۔اورکم ازکم اتنی دیر لگانا جس میں جوڑ اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں۔

(۹) پہلے قعدہ میں بیٹھنا۔(۱۰) دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا

(۱۱)جہری نمازوں میں امام کا آواز سے پڑھنا۔سری نمازوں میں امام اور

منفرد کا آہستہ پڑھنا۔(۱۲)السلام کالفظ کہہ کرنماز ختم کرنا(۱۳)وتروں میں قنوت کے لیے تکبیر کہنا اوردعائے قنوت پڑھنا(۱۴)دونوں عیدوں میں زائد تکبیریں کہنا جو چھ ہیں۔

سنن نماز

نماز کی اکیس سنتیں ہیں:

(۱)تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ مردوں کے لئے کانوں تک اورعورتوں کے لئے کندھوں تک اٹھانا(۲)دسوں انگلیوں کا ان کے حال پر کھلا ہوااور قبلہ کی طرف رکھنا(۳)اس تکبیر کے وقت سر نہ جھکانا بلکہ سیدھا کھڑا رکھنا

(۴)امام کا تکبیر تحریمہ کے اور دوسری تمام تکبیروں کے وقت سر نہ جھکانا بلکہ سیدھا رکھنا(۵)دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پرمردوں کا ناف کے نیچے اورعورتوں کا سینہ پر باندھنا(۶)ثنا(۷)تعوذ(۸)تسمیہ(۹) آمین پڑھنا(۱۰)ان چاروں کا آہستہ پڑھنا(۱۱)فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا (۱۲)سنت کے موافق قرأت کرنا

یہ بارہ سنتیں رکوع سے پہلے پہلے کی ہیں۔

(۱۳)رکوع اورسجدوں میں تین بار تسبیح پڑھنا(۱۴)رکوع میں سر اور پیٹھ کا بالکل برابر رکھنا،اوراونچانیچا نہ کرنا،اوردونوں ہاتھوں کی کھلی انگلیوں سے گھٹنے پکڑنا۔

(۱۵)قومہ میں امام کا صرف تسمیع اورمقتدی کا صرف تحمید اورمنفرد کا دونوں چیزیں کہنا۔(۱۶)سجدے میں جاتے ہوئے پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھرناک پھر پیشانی رکھنا اوراٹھتے ہوئے اس کا بالکل الٹ کرنا۔(۱۷)جلسہ اورقعدہ اس طرح کرنا کہ بایاں ہاتھ پیر بچھا کراس پر بیٹھ جائے اور دائیں پیرکو اس طرح کھڑا

کرے کہ اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے ۔
(۱۸) تشہد میں أشهد أن لا إله پر اشارہ کرنا جس کی صورت یہ ہے کہ: آخری دونوں انگلیاں بند کرے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے ۔(۱۹) درود اور (۲۰) دعا پڑھنا (۲۱) پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا

مستحبات نماز

نماز کے مستحبات پانچ ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہتھیلیاں آستینوں سے نکال دینا۔
(۲) رکوع اور سجدہ میں منفرد کو تین تسبیح کہنا (۳) نظر کا قیام میں سجدہ کی جگہ اور رکوع میں دونوں پاؤں کی پشت پر اور سجدہ میں ناک پر اور جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود پر سلام کے وقت مونڈھوں پر رکھنا۔ (۴) کھانسی روکنے کے لئے پوری کوشش کرنا۔
(۵) جمائی میں منہ کا بند رکھنا اور اگر کھل جائے تو قیام میں دائیں ہاتھ کی اور باقی حالات میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ ڈھانک لینا۔

مفسدات نماز

وہ تیس مفسدات جن سے نمازیں ٹوٹ جاتی ہیں:

(۱) کلام، بات (بھولے سے ہو یا جان کر نیز تھوڑا یا بہت) (۲) سلام جب کہ زبان سے کرے ۔(۳) سلام کا جواب دینا یا چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔ یا اس کی دعا پر آمین کہنا جو نماز سے باہر ہو۔ (۴) بری خبر پر اناللہ اور خوشی کی خبر پر الحمدللہ اور تعجب کی بات پر سبحان اللہ کہنا (۵) درد یا رنج کی وجہ سے آہ اوراف

کہنا (۶) اپنے امام کے سوا کسی اور کو غلطی بتانا (۷) دیکھ کر قرآن مجید پڑھنا (۸) پڑھنے میں سخت غلطی کرنا، جس سے معنی فاسد ہوجائیں (۹) عمل کثیر (یعنی ایسا کام کرنا جس سے کوئی دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز سے باہر ہے) (۱۰) کھانا اور پینا (جان کر ہو یا بھول کر) (۱۱) دوصفوں کے برابر چلنا (۱۲) قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر لینا جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو (۱۳) ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا (۱۴) ستر کھل جانے کی حالت میں اتنی دیر ٹھہرے رہنا جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ لے۔ (۱۵) دعا میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے مانگی جاتی ہے (جیسے: یااللہ مجھے پانچ سو روپیہ دے دیجئے) (۱۶) درد یا مصیبت کی بنا پر رونا جس میں حرف ظاہر ہوجائیں (۱۷) بالغ کا قہقہہ سے یا آواز سے ہنسنا (۱۸) امام سے آگے بڑھ جانا (۱۹) تیمم والے کو پانی مل گیا (جب کہ وہ استعمال پر قادر بھی ہو) (۲۰) معذور کا عذر جاتا رہا (۲۱) تھوڑی حرکت سے دونوں موزے یا ان میں سے ایک اتار دیا (۲۲) مسح کی مدت پوری ہوگئی (۲۳) ننگے آدمی کو کپڑا مل گیا (۲۴) اشارے سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجدے پر قادر ہوگیا (۲۵) فجر میں سورج نکل آیا (۲۶) جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت ہوگیا (۲۷) ترتیب والے کو کوئی قضا یاد آگئی (۲۸) امام نے اُمّی اور ان پڑھ کو نائب بنادیا اگرچہ تیسری اور چوتھی رکعت میں ہو۔ (۲۹) اُمّی کو سورت یاد ہوگئی (۳۰) زخم اچھا ہونے کے بعد اس کی وہ پٹی کھل کر گر گئی جس پر مسح رکھا تھا۔

مکروہات نماز

وہ بتیس مکروہات جن سے نماز ٹوٹتی تو نہیں اور نہ سجدہ سہو آتا ہے، لیکن عیب دار ہوجاتی ہے:

(۱) ننگے سر نماز پڑھنا (لیکن اگر عاجزی کی نیت سے ہو تو مکروہ نہیں) (۲) سر

میں بالوں کو جمع کر کے ان کا چٹلا باندھ لینا(۳) آنکھیں بند کر لینا،(لیکن اگر اس
سے دل زیادہ لگتا ہو تو مکروہ نہیں)(۴) صرف نگاہ سے یا منہ پھیر کر ادھر ادھر دیکھنا
جب کہ سینہ نہ پھرے۔(۵) جان کر جمائی لینا، اور منہ کا بند نہ کرنا(۶) منہ میں روپیہ
پیسہ یا کوئی اور چیز رکھ لینا جس سے قرأت میں رکاوٹ نہ ہو،(پس اگر ایسی چیز رکھی
جس سے قراءت نہ کر سکے تو نماز فاسد ہو جائے گی)(۷) ہاتھ یا سر کے اشارے
سے سلام کا جواب دینا(۸) کمر، کوکھ، کولہے پر ہاتھ رکھنا(۹) ایک ہاتھ کی انگلیاں
دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا(۱۰) انگلیاں چٹخانا(۱۱) انگلیوں سے آیتیں،
سورتیں، تسبیحات شمار کرنا، جب کہ زیادہ حرکت دے۔(پس اگر تھوڑی تھوڑی
دبا کر گن لے تو مکروہ نہیں)(۱۲) بار بار کنکریاں ہٹانا(۱۳) کپڑوں کو مٹی سے بچانے
کے لئے روکنا یا سمیٹنا(۱۴) انگڑائی لینا(۱۵) سدل یعنی چادر کے دونوں کنارے
لٹکائے رکھنا، یا آستینوں میں ہاتھ داخل کئے بغیر اچکن یا کرتے کا بدن پر ڈال لینا۔
(۱۶) مرد کا ریشمی کپڑوں میں نماز پڑھنا(۱۷) چادر وغیرہ کا زور سے لپیٹنا جس سے
رکوع وسجدہ میں دشواری پیش آئے۔(۱۸) ایسے خراب کپڑوں سے نماز پڑھنا جنہیں
پہن کر دوستوں رشتہ داروں میں جانے سے شرماتا ہو۔(۱۹) ایسے کپڑے پہننا جن
میں جاندار کی تصویر ہو۔(۲۰) لمبی سورت پڑھنا جب کہ مقتدیوں کو تکلیف ہو۔
(۲۱) ایسی سورت پڑھنا جس میں بھولنے کا اندیشہ بہت زیادہ ہو(۲۲) کتے کی طرح
بیٹھنا جس کی صورت یہ ہے کہ: رانیں کھڑی کر کے ان کو پیٹ سے اور گھٹنوں کو سینے
سے ملالے اور ہاتھ زمین پر رکھ لے۔(۲۳) آلتی پالتی مار کر بیٹھنا جب کہ کوئی عذر
نہ ہو۔(۲۴) ایسی جگہ پڑھنا جس میں سامنے یا دائیں یا بائیں جانب میں یا اوپر
جاندار کی تصویریں ہوں (پس اگر پیچھے ہوں تو مکروہ نہیں)(۲۵) ایسی جگہ پڑھنا
جس میں نجاست کی بو آتی ہو(۲۶) صف میں جگہ ہوتے ہوئے اس کے پیچھے اکیلا

کھڑا ہو جانا(۲۷) امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا جب کہ وہ اکیلا ہو(پس
اگر اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں)(۲۸) ایسے آدمی کے سامنے
پڑھنا جو اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہو(۲۹) امام کا محراب میں کھڑے ہونا جب
کہ پاؤں بھی اس کے اندر ہی ہوں(۳۰) عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا(۳۱) مرد
کا سجدہ میں کلائیاں بچھا لینا(۳۲) بدن اور کپڑوں سے کھیلنا

تراویح میں بسم اللہ کو پکار کر پڑھا جائے یا آہستہ؟

اس بارے میں ہم علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں، مولانا قاری عبد الرحمن
صاحب محدث پانی پتی قدس سرہ بسم اللہ کے بارے میں فقہاء کے اقوال نقل کرنے
کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ تمام اقوال حق ہیں اور اختلافِ قرأت کے قبیل سے
ہیں۔ پھر خود ہی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: جاننا چاہئے کہ جب بسم اللہ کے
ہر سورت کا جزء ہونے اور نہ ہونے میں قرأت کا اختلاف ہے تو جو شخص تراویح میں بسم
اللہ والوں کی قراءت پڑھے اس پر واجب ہے کہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ
کو آواز سے پڑھے ورنہ قرآن کے ختم ہونے میں ایک سو چودہ آیتوں کی کمی لازم
آئے گی اور یہ جائز نہیں۔ اور حنفیہ کے شہروں میں عمل اس کے برخلاف ہے اور معلوم
نہیں کہ ترک وغفلت کا سبب کیا ہے؟

اور موصوف فیوض رحمانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ: بسم اللہ کا مسئلہ اجتہادی بھی
نہیں ہے کیوں کہ منقول چیزوں میں اجتہاد جائز نہیں، لہذا ہم اجتہادی مسائل میں
تو امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں کیوں کہ وہ امام اور مجتہد مطلق تھے اور قرأت میں قرآن
کے اماموں اور قراآت کے راویوں کے مقلد ہیں کیوں کہ وہ ایک ایک حرف اور
ایک ایک نقطے کو متواتر اور متصل سند کے ساتھ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ اور

قراء ت میں امام ابوحنیفہ بھی انہیں حضرات کے مقلد تھے۔اور اس مسئلہ میں اجتہاد کا احتمال قبول کرنے کے لائق نہیں ۔پھر فرماتے ہیں کہ مبسملین اور تارکین دونوں کی دلیلیں صحیح احادیث ہیں یہاں اجتہاد کا کیا دخل ہے۔دونوں گروہ قرآن میں اجتہاد کو دخل نہیں دیتے ۔اور اگر یہ مسئلہ اجتہادی ہے تو عاصم اور ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کی دلیل بیان کرو۔اگر اجتہاد سے مراد فرض وتحسین ہے تو مقبول نہیں اور اگر فقہی قیاس مراد ہے تو یہاں مقیس اور مقیس علیہ کیا ہے اور مشترک وصف کونسا ہے اوراس کے علت ہونے کی نص کیا ہے۔انتہی

(۲)غیث النفع میں بسم اللہ کا کچھ اختلاف نقل کرنے کے بعد باب البسملہ میں کہتے ہیں کہ: شافعیہ میں سے محققین کی رائے پر بسم اللہ حکما آیت ہے،قطعا اور یقینا نہیں۔اور ماوردی کہتے ہیں کہ جمہور کی بھی یہی رائے ہے۔

نووی کہتے ہیں کہ: صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ حکما قرآن ہے قطعی طور پر نہیں ورنہ ہم اس کے منکر کو کافر کہتے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔

محلی منہاج کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ:اس سے معلوم ہوگیا کہ بسم اللہ عملا فاتحہ کا جز ہے کیوں کہ نبی ﷺ نے اس کو فاتحہ کی ایک آیت شمار کیا ہے۔

ابن خزیمہ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے اور عمل کے لحاظ سے اس کے ثابت ہونے کے بارے میں ظن کافی ہے۔انتہی ۔

اور حکما اور عملا جزء ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں اور یہ حکم بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز وطواف کے حق میں حطیم حکما بیت اللہ میں شامل ہے۔اس لحاظ سے کہ اس کا کوئی حصہ چھوٹ جائے تو طواف کامل نہیں ہوتا۔اور اس کے اندر نماز پڑھ لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بیت اللہ کے اندر پڑھی ہو۔اس اعتبار سے نہیں کہ وہ ہر جہت سے بیت اللہ میں داخل ہے

کیوں کہ یہ کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں ہوا۔اور اگر ہم اس کے قائل ہو جائیں کہ بسم اللہ قطعا قرآن کی آیت ہے جیسا کہ بہت سے حضرات کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر اس کا اختلاف بھی ان کلمات کے اختلاف کے قبیل سے ہوگا جن کو بعض قرّاء حذف کرتے ہیں۔اور بعض ثابت رکھتے ہیں اور ہر قاری نے وہی قرأت پڑھی ہے جو اس کے نزدیک متواتر تھی اور فقہاء بھی اس بارے میں قراء کے تابع ہیں۔اور ہر علم کا مسئلہ اس کے جاننے والے ہی سے پوچھنا چاہئے۔

اور یہ مسئلہ بہت طویل ہے ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ائمہ کی تقریر اور ان کی تحقیق کا خلاصہ ہے۔

(۳)ایک سائل کے جواب میں اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد امداد الفتاوی میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ میرا قول بھی صحیح ہوسکتا ہے اور قاری صاحب کا بھی۔

اور دوسرا امر یہ بھی غور کے قابل ہے کہ اگر قاری صاحب کے سب مقدمات تسلیم کر لئے جائیں تو تراویح کی کیا تخصیص ہے یہ مقدمات تو فرضی نمازوں کی قرأت میں بھی جاری ہیں تو کیا حنفیہ فرائض میں بھی بسم اللہ کے جہر کو واجب کہیں گے؟

(۴) پھر حضرت تھانویؒ ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ کے بارے میں ایک مسئلہ قرأت سے اور دوسرا فقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

عاصمؒ کا قول اول مسئلہ کی اور امام ابوحنیفہ کا قول دوسرے مسئلہ کی تحقیق ہے۔

پہلے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ گویا بسم اللہ ہر سورۃ کا جزو نہ ہو لیکن اس کے باوجود بھی ہر سورت پر اس کا پڑھنا روایۃً منقول ہے۔پس اگر کوئی شخص ہر سورت پر بسم اللہ نہ پڑھے گا تو اس کی قرأت اس روایت کے موافق نہ ہوگی اگرچہ کوئی جزو ترک بھی نہ ہوگا جب کہ تمام قرآن میں کم از کم ایک سورت پر بسم اللہ پڑھ لی ہو۔

اور دوسرے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ: گو روایۃً ہر سورت پر بسم اللہ منقول ہے لیکن ہر سورت کا جزء نہیں ہے بلکہ مطلق قرآن کا جزء ہے اگر کسی ایک جگہ بھی پڑھ لے تو قرآن کا ختم پورا ہو جائے گا۔ گو اس کی قرأت اس روایت کے موافق نہ ہو۔

پس امام عاصمؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے قول میں ذرا بھی اختلاف وتعارض نہیں۔ کیوں کہ دونوں میں نفی و اثبات کی حیثیتیں جدا جدا ہیں اور حیثیات کے بدلنے سے تعارض جاتا رہتا ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ ہر سورت پر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے اور اگر پڑھ لیں تو شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

اور امام صاحب کے مذہب کے بھی خلاف نہیں کیوں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت پر بسم اللہ کا پڑھنا واجب نہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ اس کا پڑھنا ناجائز ہے۔

درمختار یا ردمحتار میں ہر سورت پر بسم اللہ کو بہتر بتایا ہے۔ رہا ہر جگہ پکار کر پڑھنا سو یہ بلاشبہ احناف کے خلاف ہے اور امام عاصم بھی جہر کو ضروری نہیں کہتے بلکہ بسم اللہ کو ضروری کہتے ہیں۔

(۵) ابن مجاہد کے شاگرد ابوطاہر بن ابی ہاشم کہتے ہیں: میرے نزدیک دونوں قولوں میں یہ قول اولی ہے کہ: دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھی جائے اس میں مصاحف کے رسم الخط پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور اس حدیث پر بھی جو عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے۔ چناں چہ فرماتی ہیں کہ: جو مصحف میں ہو اس کو پڑھو۔ پھر ابن عمرؓ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ: جب بسم اللہ پڑھی نہیں جاتی تو لکھی کس لئے گئی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ: تمہیں معلوم نہیں کہ اگر کوئی بسم اللہ کو چھوڑ دے تو ابن عمرؓ کے نزدیک یہ ایسا ہی ہوگا جیسے قرآن کی ان باقی آیات میں سے کسی آیت کو چھوڑ دیا ہو جو مصحف میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ بسم اللہ بھی بلاتفریق اسی طرح لکھی ہوئی ہے جس طرح اس کے بعد کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ متعدد

شہروں کے ائمہ قرآت یعنی مکہ اور مدینہ اور شام والوں اور عاصم اور کسائی کا دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ کو پکار کر پڑھنے پر اجماع ہے۔

(۶) ان سب اقوال کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ کو آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور آہستہ بھی۔ لیکن چوں کہ آواز سے پڑھنے کے بارے میں محققین کی رائے کے موافق کوئی مرفوع حدیث نہیں آئی اس لئے آہستہ ہی پڑھنا اولی اور اقوی ہے اور یہی اکثر علماء کی تحقیق ہے۔

سوال: جب مولانا قاری عبد الرحمن صاحبؒ تراویح میں بسم اللہ کا آواز سے پڑھنا ضروری بتاتے ہیں تو چاہئے کہ فرض نمازوں میں بھی آواز سے پڑھنے کو واجب قرار دیں؟

جواب: موصوف نے خود فیوض رحمانی میں تراویح اور فرائض میں یہ فرق بتایا ہے کہ تراویح میں تو یہ مقصود ہوتا ہے کہ قرآن پورا پڑھا جائے اور وہ اس پر موقوف ہے کہ جس روایت میں پڑھ رہے ہوں اس کا کوئی اختلاف بھی چھوٹنے نہ پائے پس اگر بسم اللہ کو آواز سے نہ پڑھیں گے تو بسم اللہ والوں کی روایت پر ختم کامل نہ ہوگا اور فرائض میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ اتنا قرآن پڑھ لیا جائے جس سے نماز درست ہو جائے وہاں قرآن کا پورا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ: ہم فرائض اور واجب نمازوں میں تو امام صاحب کے مقلد ہیں اور بسم کو آہستہ پڑھتے ہیں اور تراویح میں بسم اللہ والے قاریوں کی تقلید کرتے ہیں اور بسم اللہ کو آواز سے پڑھتے ہیں اور چوں کہ ہم اصول میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اس لئے اس معمولی اختلاف کے باوجود بھی ہم انہیں کے مقلد رہیں گے کیوں کہ امام صاحب نے کسی جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ: قرآن کا کوئی ختم ایسا نہ کیا جائے جو روایت کے بالکل موافق ہو آخر صاحبینؒ بھی بہت سے مسائل میں امام صاحب سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن اس پر بھی وہ مقلد ہی سمجھے جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اصول میں امام صاحب

کے موافق ہیں یہ مفہوم ہے حضرت قاری صاحب کی تقریر کا، اس کو مزید تفصیل کی غرض سے سپرد قلم کر دیا ہے۔

سوال: جب ہم روایت کے دیگر اختلافات کو ہر جگہ پڑھ کر ظاہر کرتے جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ: بسم اللہ پڑھ کر یہ ظاہر نہ کریں کہ اس میں بھی قرآء کا اختلاف ہے کہ بعض بسم اللہ نقل کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے؟

جواب: آہستہ پڑھنے میں چوں کہ تھوڑی دیر ٹھہرنا پڑے گا اس لئے سننے والے سمجھ لیں گے کہ اس روایت میں بسم اللہ آئی ہے اور احتیاطا بتا بھی دیا جائے کہ اس روایت میں براءۃ کے سوا ہر دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ بھی ہے لیکن ہم امام صاحب کے مذہب پر عمل کرنے کی غرض سے آہستہ پڑھتے ہیں۔

سوال: جب آہستہ پڑھیں گے تو سننے والوں کے قرآن میں ایک سو تیرہ آیتوں کی کمی رہے گی اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: جس طرح جمعہ اور عیدین کے خطبے میں دور بیٹھنے والوں اور نہ سننے والوں کو بھی خطبہ کا ثواب ملتا ہے اسی طرح حق تعالی سے امید ہے کہ بسم اللہ کا ثواب بھی سننے والوں کو عطاء فرمادیں گے۔

مفید مشورہ:

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اکثر علماء کی تحقیق پر تراویح میں بسم اللہ کو آہستہ ہی پڑھنا چاہئے اور آواز سے پڑھنا واجب بھی نہیں ہے پس اگر کسی جگہ لوگوں کی ناواقفیت کے سبب آواز سے پڑھنے میں فتنہ اور جھگڑا پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو وہاں ضد نہ کریں اور آہستہ ہی پڑھ لینے کو کافی سمجھیں ورنہ آواز سے پڑھنے والے بھی اس جھگڑے کے شرعاً ذمہ دار ہوں گے۔

اعتکاف

یہ ٹھہرنے کے معنی میں ہے

(۱) یہ روزہ اور نیت کے ساتھ فقط اس مسجد میں صحیح ہے جس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو ٹھہرنا تو رکن ہے اور مسجد اور نیت اس کی شرطیں ہیں، اور مسجد حرام میں سب سے بہتر ہے پھر مسجد نبوی ﷺ میں پھر مسجد اقصی میں پھر جس میں نمازی زیادہ ہوتے ہوں پھر محلے کی مسجد میں۔

(۲) عورت اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ اعتکاف کرے اور پہلے سے جگہ مقرر نہ ہو تو اب تجویز کر لے۔

(۳) اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) **واجب:** جس کی بلا شرط یا شرط کے ساتھ منت مانی ہو۔

(۲) **سنت مؤکدہ علی الکفایہ:** جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے اس کے لئے بیسویں تاریخ کو سورج چھپنے سے پہلے مسجد میں جائے اور چاند رات کا سورج چھپنے تک وہیں رہے واجب اور سنت دونوں میں روزہ رکھنا شرط ہے اور منت والے اعتکاف کے لئے رمضان کا روزہ بھی کافی ہو جائے گا نہ کہ نفلی روزہ۔

اور کسی خاص رمضان میں اعتکاف کرنے کی منت مانی ہو تو اور دنوں میں ادا نہ ہوگی۔ اور عام رمضان والی اور دنوں میں بھی ادا ہو سکتی ہے۔

(۳) **نفلی:** جو ان دونوں کے سوا ہو، اس میں روزہ شرط نہیں، یہ ذرا سی دیر کے

لئے بھی ہوسکتا ہے، اگر مسجد سے گذرتے ہوئے بھی نیت کر لی تب بھی ادا ہو جائے گا۔ اگر مسجد سے گذر کر کسی جگہ جانا ہو تو اعتکاف کی نیت کر لے تا کہ مسجد کو رہ گذر بنانے کا گناہ نہ ہو، پس جس وقت بھی مسجد میں جائے نیت کر لیا کرے کہ جب تک میں یہاں رہوں اعتکاف میں رہوں گا یہ مفت کی دولت ہے اور رمضان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

(۴) اعتکاف والا شرعی اور طبعی ضرورت اور سخت مجبوری کے سوا مسجد سے نہ نکلے۔

(الف) شرعی ضرورت جمعہ کی نماز اور احتلام کا غسل ہے اور شرح اوراد میں ہے کہ ہر غسل کے لئے نکل سکتا ہے فرضی ہو یا خواہ نفلی۔ اور جمعہ کے لئے زوال کے بعد نکلے۔ اور اگر جامع مسجد دور ہو تو اتنی دیر پہلے نکلے کہ جمعہ سنتوں سمیت مل جائے اور نماز کے بعد وہاں زیادہ ٹھہرنا مکروہِ تنزیہی ہے مگر اعتکاف نہیں جائے گا گو پورے دن بھر ٹھہرا رہے اور اذان کی جگہ جا کر اذان بھی پڑھ سکتا ہے، یہ بھی ضرورت میں داخل ہے اس میں مؤذن اور غیر مؤذن برابر ہیں۔ مظاہر حق میں ہے کہ اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

(ب) طبعی ضرورت پیشاب اور پاخانہ ہے ان کے لئے اپنے مکان میں جا سکتا ہے خواہ وہ کتنی ہی دور ہو، اور خادم نہ ہو تو کھانا لانے کو بھی نکل سکتا ہے اور جب شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلا ہو تو چلتے چلتے بیمار پرسی بھی کر سکتا ہے مگر نہ تو ٹھہرے اور نہ اس کی طرف بدن موڑے اور اسی طرح جنازے کی نماز بھی پڑھ سکتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ پڑھتے ہی لوٹ آئے لیکن اگر خود بیمار پرسی اور جنازہ ہی کی نیت سے نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا ہاں! اگر منت کے یا نیت کے وقت یہ بھی شرط کر لی ہو کہ میں بیمار پرسی اور نماز جنازہ پڑھنے اور وعظ سننے کے لئے بھی جاؤں گا تو پھر فاسد نہ ہوگا (کذا فی مظاہر حق)

(ج) مجبوری یہ ہے کہ مثلاً مسجد گرنے لگے یا کوئی ظالم جبراً نکال دے یا جان

اور مال اور بیوی بچوں کے ظالموں کے پنجے میں پھنسنے کا اندیشہ ہو۔

پہلی دونوں صورتوں میں یہاں سے نکل کر فوراً دوسری مسجد میں چلا جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مسجد سے نکلنے کے وقت یہی نیت ہو کہ دوسری مسجد میں چلا جاؤں گا۔ اور راستہ میں کسی اور کام میں بھی مشغول نہ ہو۔ اگر نکلنے کے وقت یہ نیت ہو کہ مال اور جان اور بیوی بچوں کو ظالموں سے بچاؤں گا تو واجب فاسد ہو جائے گا اور سنت والا ختم ہو جائے گا۔

(۵) اگر شرعی اور طبعی ضرورت اور مجبوری کے بغیر ذرا سی دیر کے لئے بھول کر بھی مسجد سے نکلے گا تو منت والا فاسد اور سنت اور نفلی اعتکاف ختم ہو جائے گا اگرچہ ڈوبتے اور جلتے کو بچانے یا کسی کی شہادت دینے ہی کے لئے نکلا ہو۔ اور اگر ضرورت سے نکلا تھا پھر کسی نے قرض کی وصولی کے لئے کچھ دیر روک لیا تو اس سے بھی واجب فاسد ہو جائے گا اور سنت والا اور نفلی ختم ہو جائے گا۔

(۶) معتکف کے لئے مسجد میں کھانا، پینا اور کسی برتن میں ہاتھ منہ دھونا اور حجامت کرانا بشرطیکہ پانی اور بال مسجد میں نہ گریں اور وہاں سونا اور اپنی یا بیوی بچوں کی یا رشتہ داروں کی حاجات کے لئے بیچنا اور خریدنا سب درست ہے مگر بکری کی چیز کا مسجد میں لانا مکروہ ہے بلکہ باہر سے سودا کرے اور تجارت کے لئے خرید وفروخت درست نہیں ہے اور معتکف کے سوا اوروں کے لئے ہر حال میں مسجد کے اندر بیع ناجائز ہے اور چپ رہنا مکروہ تحریمی ہے جب کہ اس کو ثواب سمجھے اور اسی طرح دینی اور کام کی باتوں کے سوا اور باتوں میں لگے رہنا بھی مکروہ ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح نابود کر دیتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ پس اکثر اوقات ذکر و تسبیح اور دینی کتب کے مطالعہ میں مشغول رہے۔

(۷) صحبت اور چھیڑ چھاڑ دونوں حرام ہیں، صحبت سے بلا انزال بھی اور چھیڑ

چھاڑ سے انزال کے بعد اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(۸) راتوں کی نیت کی ہو تو دنوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا اور لگا تار کرنا پڑے گا گو شرط نہ کیا ہو اور دنوں کے اعتکاف کی نیت کی ہو تو راتوں سمیت ضروری ہوگا۔ پس اگر ایک مہینہ کی منت مانی اور نیت فقط دنوں کی یا فقط راتوں ہی کی کر لی، تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، جب تک صاف طور پر مستثنی نہ کر دے اور اگر نیت میں دنوں ہی کو خاص کیا ہو اس طرح پر کہ فقط دن دن کا کروں گا تو صحیح نہیں۔

(۹) اعتکاف قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہے اور اشرف ترین عمل ہے جب کہ اخلاص کے ساتھ ہو، اور اس کی بعض خوبیاں یہ ہیں کہ: اس میں بندہ دل کو دنیا کے فکروں سے خالی کرتا ہے اور نفس، بدن اور وقت کو مولی کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کے گھر میں رہ کر اپنے لئے عبادت کو لازمی قرار دیتا ہے اور اسی لئے اس کو ہر وقت نماز کا ثواب ملتا ہے اور اس کے قلعہ میں آ کر شیطان اور دنیا کے جھگڑوں اور بہت سے گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور فرشتوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے کیوں کہ وہ ہر وقت عبادت ہی میں رہتے ہیں۔

(۱۰) عطاءؒ نے فرمایا کہ: معتکف کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی بڑے بادشاہ کے دروازے پر حاجت لے کر جائے پس معتکف گویا بزبان حال یہ کہتا ہے کہ: اے میرے اللہ! جب تک آپ مجھے بخشیں گے نہیں اس وقت تک آپ کے دروازے سے نہیں ہٹوں گا۔

(۱۱) زہریؒ فرماتے ہیں: تعجب ہے کہ: لوگوں نے اعتکاف کو کیوں کہ چھوڑ رکھا ہے حالاں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کاموں کو تو کبھی کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے اور اعتکاف کو تو وفات تک نہیں چھوڑا[1]۔

[1] مجالس الابرار: ص: ۲۵۳، اعتکاف اور شب قدر کی فضیلت میں۔

روزے کے مسائل

صبح صادق سے سورج چھپنے تک روزے کی نیت کے ساتھ کھانے اور پینے اور صحبت سے رکنے کا نام روزہ ہے، یہ ہر مسلمان عاقل اور بالغ پر فرض ہے۔

روزے کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) **فرض:** یہ رمضان کا روزہ ہے اداء ہو یا قضاء اور کفارے کے روزے ہیں۔

(۲) **واجب:** یہ منت کا اور اس نفل کی قضاء کا روزہ ہے جس کو توڑ دیا ہو۔

(۳) **سنت:** یہ محرم کی دسویں کا روزہ ہے نویں یا گیارہویں سمیت۔

(۴) **مستحب:** یہ ایام البیض (ہر مہینہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ) کا اور پیر اور جمعرات کا اور ذی الحجہ کی ۹، اور شعبان کی پندرہ کا اور عید الفطر کے بعد اسی مہینہ کے چھ دن کا روزہ ہے لگا تار رکھے خواہ جدا جدا۔ اور داؤد علیہ السلام کا روزہ (ایک دن رکھنا، ایک دن نہ رکھنا) یہ بھی مستحب ہے اور یہ حق تعالی کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ اسی طرح وہ روزے بھی مستحب ہیں جن کا ثواب شریعت میں اوروں سے زیادہ آیا ہو جیسے: ذی الحجہ کی پہلی سے آٹھ تک روزے۔

(۵) **نفل:** اور یہ مذکورہ بالا روزوں کے سوا اور دنوں کا روزہ ہے بشرطیکہ مکروہ نہ ہو۔

(۶) **مکروہ:** اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) **تنزیہی:** یہ محرم کی دسویں کا اور جمعہ اور شنبہ کے دن کا اور نوروز اور مہرجان کا اکیلا روزہ ہے، نوروز اور مہرجان ان دو دنوں کا نام ہے جس میں آتش پرست لوگ عید کرتے ہیں۔

نوروز فصلِ ربیع کے آخر میں ہوتا ہے جب سورج برج حمل میں ہوتا ہے اور مہرجان خریف کے آخر میں ہوتا ہے۔اس وقت سورج میزان میں داخل ہوتا ہے۔ ہاں !اگر کسی کی عادت کے دن مثلاً پیر کے روز یہ دن آپڑیں تو اس کے لئے مکروہ نہیں۔

(ب) **تحریمی:** یہ عید کے مہینے کی پہلی اور بقرعید کی دس سے تیرہ تک کے پانچ روزے ہیں، اوراسی طرح وصال اور دہر کا روزہ بھی مکروہ ہے۔

وصال: یہ ہے کہ: ایک روزہ رکھ کر شام کو افطار نہ کرے اور پھر صبح کو روزہ رکھ لے اور صوم الدہر یہ ہے کہ: جن پانچ دنوں کا روزہ منع ہے ان کا بھی رکھ لے یعنی سال میں ایک دن بھی نہ چھوڑے۔

(۲) رمضان کی ادا کا اور جس منت میں دن مقرر ہو جیسے: جمعہ اس کا اور نفلی روزہ ان تینوں میں رات سے لے کر زوال سے ایک گھنٹہ پہلے تک نیت کر سکتے ہیں اور زوال کا وقت دائمی اسلامی جنتری سے معلوم ہوسکتا ہے اور قضاء اور کفارہ اور جس منت میں دن مقرر نہ ہو ان تینوں قسموں میں صبح صادق سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے اور پہلی تین قسموں میں اتنی ہی نیت کافی ہے کہ: آج میرا روزہ ہے اور باقی تین میں قسم کا مقرر کرنا بھی ضروری ہے کہ قضا کا ہے یا کفارہ کا یا منت کا۔اور رمضان میں جس روزے کی نیت سے بھی رکھے گا رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا۔

(۳) چاند نظر آنے یا شعبان کے تیس دن ہوجانے سے رمضان شروع ہوجاتا ہے۔

(۴) انتیس شعبان کو آسمان پر ابر یا غبار ہو اور چاند نظر نہ آئے تو تیس تاریخ کو شک کا دن کہتے ہیں اس دن کسی قسم کا روزہ رکھنا بھی جائز نہیں۔البتہ نیت کے وقت (تقریباً گیارہ بجے تک) بغیر کھائے پئے انتظار کریں کہ شاید کسی جگہ سے خبر آجائے۔

(۵) اگر کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور بے دین یا اکیلا ہونے کی وجہ

سے قاضی نے اس کا اعتبار نہیں کیا تو اس کو روزہ رکھنا پڑے گا اور نہ رکھے تو اس کی قضا آئے گی۔

(۶) آسمان پر ابر و غبار ہو تو رمضان کے لئے فقط ایک دیندار مرد کی ایک عورت کی اور دونوں عیدوں کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی اور اگر ابر و غبار نہ ہو تو تینوں چاندوں کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہوگی۔

(۷) اگر ایک جگہ چاند ہوجائے تو ہر جگہ اس کا ماننا ضروری ہوگا جب کہ خبر شریعت کے موافق پہنچ جائے۔

(۸) اگر رمضان کے تیس روزے پورے ہوجائیں اور آسمان بھی صاف ہو لیکن عید کا چاند نظر نہ آئے تو اب دیکھیں گے کہ پہلا روزہ ابر و غبار کے سبب ایک آدمی کی شہادت پر رکھا گیا تھا یا دو کی شہادت پر، اگر ایک کی شہادت پر رکھا گیا تھا تب تو عید کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ اکتیسواں روزہ بھی رکھنا ضروری ہوگا اور اس گواہ کو غلط بیانی کی سزا دی جائے گی۔اور اگر پہلا روزہ دو معتبر آدمیوں کی شہادت سے رکھا گیا تھا تو اس میں دو قول ہیں: ایک قول پر عید کرنا جائز ہے اور دوسرے پر نہیں۔اور چوں کہ آسمان صاف ہے اس لئے عید نہ کرنا ہی قوی ہے اور اگر آسمان پر ابر و غبار ہو تو اگلے روز بلا خلاف عید ہوگی، عام ہے کہ: پہلا روزہ ایک شہادت پر رکھا گیا ہو خواہ دو شہادتوں پر۔

تار اور خط سے چاند کے ثابت ہونے اور نہ ہونے کا حکم

چاند کے بارے میں تار اور خط کی خبر کا اعتبار اس صورت میں ہوگا کہ ذیل کی چار شرطیں پائی جائیں:

اول: تار اور خط کا بھیجنے والا معتبر اور دین دار اور اپنی جان پہچان کا آدمی ہو۔

دوم: اگر آسمان پر ابر یا غبار ہو تو رمضان کے لئے ایک خط یا ایک تار بھی کافی ہے اور عید یا بقرعید کے لئے دو یا تین خطوں کا یا اتنے ہی تاروں کا ہونا ضروری ہے اور اگر آسمان صاف ہو تو تینوں چاندوں کے لئے بلکہ تمام چاندوں کے لئے آٹھ یا دس خط یا اتنے ہی تار ہوں۔

سوم: ان تاروں اور خطوں کا مضمون ذیل کے الفاظ میں سے کسی ایک قسم کا ہو:

(۱) میں نے خود چاند دیکھا ہے۔

(۲) فلاں شخص نے چاند دیکھا ہے اور دیکھ کر مجھ سے بیان کیا

(۳) یہاں کے فلاں حاکم شرعی یا فلاں عالم مفتی نے چاند کی شہادت کو قبول کرلیا ہے اور فیصلہ کردیا ہے۔

(۴) یہاں آج یا صبح کو عید ہے یا رمضان کا روزہ ہے۔

چہارم: دل بھی گواہی دے کہ یہ خبر صحیح ہے۔ اور جس جگہ کوئی محقق عالم موجود ہو وہاں عام لوگوں کے دل کی گواہی کا اعتبار نہیں بلکہ عالم کے دل کی گواہی کا اعتبار ہے۔ پس عام لوگوں کو چاہئے کہ: خطوط اور تاروں کو اس عالم کے روبرو پیش کردیں۔ پھر اس کے فتوے کے مطابق عمل کریں پس اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں گی تو تار اور خط کی خبر پر عمل کرنا درست ہوگا ورنہ جائز نہ ہوگا مثلاً:

(۱) تار دینے والے دیندار اور جان پہچان کے آدمی نہ ہوں۔

(۲) یا عید و بقرعید کے چاند میں ابر ہو مگر ایک ہی خط یا ایک ہی تار آیا ہو دو یا تین نہ آئیں ہوں یا آسمان صاف ہو مگر خطوط اور تار آٹھ یا دس سے کم ہوں۔

(۳) یا مضمون کے الفاظ مذکورہ بالا قسموں میں سے نہ ہوں بلکہ یہ الفاظ ہوں کہ: چاند ہوا ہے یا فلاں شخص نے دیکھا ہے یا بہت سے آدمیوں نے دیکھا ہے۔

(۴) یا سب شرطیں موجود ہوں مگر دل گواہی نہ دیتا ہو تو ان چاروں صورتوں

میں تار اور خط پر عمل کرنا جائز نہیں[1]۔

اگر حکومت کی طرف سے اس کا انتظام کردیا جائے کہ: جن مقامات میں ریڈیو اسٹیشن ہے یا ٹیلیفون ہے وہاں معتبر آدمی چاند دیکھا کریں پھر اگر نظر آجائے تو آٹھ دس آدمی اعلان کردیا کریں کہ: ہمارے فلاں فلاں نام ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ: ہم نے چاند دیکھا ہے تو ایک جگہ کے چاند کی خبر تمام ملک کے لئے کافی ہوجایا کرے اور آئے دن جو تاریخ کے اختلافات کے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں وہ بھی بالکل ختم ہوجائیں اور بہتر اور سلامتی کا طریق یہ ہے کہ: ارباب حکومت ریڈیو پر چاند کے اعلان کے انتظام کو معتبر اور محقق علماء کے سپرد فرمادیں۔

پہلی فصل:

ذیل کی چھبیس چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱) بھول کر کھالینا (۲) پی لینا (۳) جماع کرنا، جب کہ یاد آتے ہی تینوں چیزوں سے ہٹ جائے اور جماع میں یاد آنے کے بعد ٹھہرا تو قضا آئے گی اور اگر حرکت کی یا۔۔۔تو کفارہ بھی واجب ہوگا۔ (۴) کسی عورت وغیرہ کی طرف دیکھنے (۵) یا دل میں اس کا خیال کرنے سے انزال ہوگیا گو دیر تک تاکنے اور فکر کرنے سے ایسا ہوا ہو۔ (۶) بدن یا سر پر تیل لگایا (۷) سرمہ لگایا چاہے اس کا اثر حلق میں بھی محسوس ہو۔ (۸) پچھنے (سینگیاں) لگوائیں (۹) غیبت کی (۱۰) یا روزہ توڑ دینے کی نیت کی مگر اس پر عمل نہیں کیا (۱۱) دھواں (۱۲) مکھی (۱۳) دوائیوں کا اثر (۱۴) غبار گو چکی کا ہو، یہ چاروں چیزیں حلق میں خود سے پہنچ گئیں۔ (۱۵) سوتے میں غسل کی حاجت ہوگئی۔ گو وہ دن بھر اسی حالت میں رہا ہو۔ (۱۶) مرد نے پیشاب گاہ میں پانی

[1] (بوادر النوادر بمفهومه، لا بألفاظه وعبارته، از حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ)

(۱۷) یا تیل ڈالا (۱۸) نہر وغیرہ میں غوطہ لگایا اور کان میں پانی پہنچ گیا۔ (۱۹) تنکے
سے کان کریدا اور اس میں میل لگ گیا پھر اسی حالت اس کو کئی بار داخل کرتا رہا۔
(۲۰) ناک میں سنک آیا اور اوپر چڑھالیا یا نگل لیا (۲۱) خود بخود قے ہوئی اور خود ہی
لوٹ گئی اگرچہ منہ بھر کہ ہو۔ (۲۲) جان کر قے کی لیکن منہ بھر کر نہیں ہوئی
(۲۳) یا دانتوں کے اندر اٹکی ہوئی چیز نگل لی اور وہ چنے سے کم تھی۔ (۲۴) تل کی مانند
چھوٹی سی چیز منہ میں ڈال کر چبائی اور بالکل لاپتہ ہوگئی اور حلق میں اس کا مزہ بھی نہیں
پایا۔ (۲۵) بوسہ لیا جب کہ انزال نہ ہوا ہو۔ (۲۶) روئی کا ٹکڑا ڈورے میں بندھا ہوا
تھا اور اس کو حلق میں داخل کرلیا یا لکڑی داخل کی اور لکڑی اور ڈورے کا سرا ہاتھ میں
پکڑے رہا یا خشک انگلی پچھلی راہ میں عورت نے خاص مقام میں داخل کی (پس اگر
ڈورا ٹوٹ جائے یا لکڑی کا سرا چھوٹ کر غائب ہوگیا یا تر ہونے کے بعد انگلی کو پھر داخل
کیا تو ان صورتوں میں قضا آئے گی)۔

فائدہ:

اگر کسی کمزور اور ضعیف آدمی کو بھول کر کھاتے پیتے دیکھے تو بہتر یہ ہے کہ: اس
کو روزہ یاد نہ دلائے اور اگر قوی ہے تو یاد دلائے اور اس صورت میں یاد نہ
دلانا مکروہ ہے اور بلغم کا تھوک دینا مناسب ہے۔ تاکہ امام شافعیؒ کے مذہب پر روزہ
فاسد نہ ہوا گرچہ ہمارے مذہب پر فاسد نہیں ہوتا۔

دوسری فصل:

ذیل کی ساٹھ چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا آتی ہے کفارہ نہیں
آتا ہے۔
(۱) کچے چاول (۲) گوندھا ہوا (۳) بے گندھا آٹا (اور ستو میں قضا و کفارہ دونوں

آئیں گے) (۴) ایک دم بہت سا نمک (۵) ارمنی مٹی کے سوا کسی اور ایسی مٹی کا گارہ
جس کے کھانے کی عادت نہ ہو۔ (۶) گٹھلی (۷) روئی (۸) کاغذ (۹) کچی بہی، یہ
(ایک پھل ہے) (۱۰) تازہ اخروٹ ان دس میں سے کوئی چیز کھالی اور جو پھل کچے نہیں
کھائے جاتے ان کو نمک لگائے بغیر کچا کھالینا بھی اسی میں داخل ہے۔
(۱۱) کنکری (۱۲) لوہا (۱۳) مٹی (۱۴) پتھر، وغیرہ، ایسی کوئی چیز نگل لی جو نہ دوا میں
کام آتی ہے اور نہ غذا میں (۱۵) صحیح تر مذہب کی بنا پر حُقّہ (پچکاری لگوائی)۔ (۱۶) یا
ناک میں دوا ڈالی (۱۷) یا پہلے حلق میں کوئی چیز جبراً ڈالی گئی پھر دوا داخل کی (۱۸) صحیح
تر قول کے مطابق کان میں تیل (۱۹) یا پانی کا قطرہ ڈالا، لیکن صحیح یہ ہے کان میں تیل
ڈالنے سے تو ٹوٹ جاتا ہے اور پانی ڈالنے سے نہیں ٹوٹتا اور قاضی خان اور فتح القدیر
میں ہے کہ: پانی ڈالنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲۰) کسی دوا سے پیٹ یا دماغ کے
زخم کا علاج کیا اور دوا پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ گئی۔ (۲۱) صحیح قول کے مطابق حلق میں
بارش (۲۲) یا برف کا قطرہ گرا اور قصداً نہیں نگلا (۲۳) ارادے کے بغیر کلی کا پانی پیٹ
میں چلا گیا (۲۴) کسی نے جبراً افطار کرادیا گو جماع ہی کے ساتھ ہو (۲۵) کسی عورت
سے جبراً جماع کیا گیا (۲۶) کسی کی باندی یا بیوی نے اس لئے افطار کرلیا کہ نہ کرے گی
تو قوی اندیشہ ہے کہ گھر کے کام کی زیادتی کی وجہ سے بیمار ہوجائے گی لیکن جو کام فرض
کے ادا کرنے سے عاجز کردے اس میں آقا اور شوہر کا کہنا نہ ماننا چاہئے (۲۷) کسی
نے روزہ دار کے منہ میں پانی ڈال دیا جب کہ وہ سو رہا تھا (۲۸) بھول کر کھالینے کے
بعد جان کر بھی کھالیا اگرچہ اس کو یہ حدیث بھی معلوم ہو کہ بھول کر افطار کرلینے سے روزہ
فاسد نہیں ہوتا پس اس میں قضا ہی ہے کفارہ نہیں اور یہی صحیح مذہب ہے۔ (۲۹) بھول
کر جماع کرلینے کے بعد جان کر بھی کرلیا (۳۰) رات سے نیت نہ تھی اور دن کو کی تھی
پھر کچھ کھالیا۔ (۳۱) صبح کے وقت مسافر تھا پھر اقامت کی نیت کرلی پھر کچھ کھالیا
(۳۲) صبح کے وقت مقیم تھا پھر مسافر ہوگیا پھر کچھ کھالیا (۳۳) کھانے اور پینے اور

جماع تینوں چیزوں سے رکا تو رہا لیکن نیت کچھ بھی نہ کی نہ روزے کی نہ افطار کی (۳۴) اس شبہ میں سحری کھالی (۳۵) یا جماع کرلیا کہ صبح صادق نہیں ہوئی حالاں کہ واقع ہو چکی تھی اور اگر غروب میں شک تھا تو فقیہ ابوجعفر کی رائے پر کفارہ بھی آئے گا اور اگر غروب نہ ہونے کا غالب گمان تھا تب بھی قضا اور کفارہ دونوں ہیں (۳۶) اس گمان سے روزہ افطار کرلیا کہ سورج غروب ہوچکا ہے حالاں کہ واقع میں نہیں ہوا تھا (۳۷) مردہ عورت سے (۳۸) یا چوپائے سے جماع کیا (۳۹) یا عورت کے پیٹ یا ران میں حاجت پوری کی (۴۰) یا بوسہ لیا (۴۱) یا عورت کو چھوا (۴۲) اور ان چھ صورتوں میں انزال ہوگیا (۴۳) رمضان کے ادا روزے کے سوا کسی اور روزہ کو فاسد کردیا (۴۴) عورت سورہی تھی اس سے کسی نے جماع کرلیا یا سونے والے نے پانی پی لیا، یا کسی اور نے اس کے حلق میں ڈال دیا اور یہ بھولنے والے کی طرح نہیں ہے دیکھو سونے والے اور دیوانے کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے اور بھول کر بسم اللہ چھوڑنے والے کا ذبیحہ حلال ہے۔ (۴۵) صحیح قول کے مطابق عورت نے پیشاب گاہ میں تیل وغیرہ ڈال لیا (۴۶) مرد نے اپنی وہ انگلی جو تیل (۴۷) یا پانی سے تر تھی پچھلے سوراخ میں داخل کرلی (۴۸) مختار قول کے موافق عورت نے خاص مقام میں تر انگلی ڈال لی (۴۹) مرد نے پچھلے حصہ میں (۵۰) یا عورت نے خاص مقام کے اندر اندرونی حصہ میں روئی داخل کی اور اس کو غائب کردیا۔ (۵۱) حلق میں قصداً دھواں داخل کیا (۵۲) جان کر قے کی گو منہ بھر کر نہ ہو، یہ ظاہر روایت ہے ابو یوسفؒ نے منہ بھر کر ہونا شرط کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۵۳) بلا قصد منہ بھر کر قے آئی اور روزہ بھی یاد تھا پھر اسے لوٹا لیا (۵۴) کھانے کی قسم سے جو چیزیں دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اور چنے کے برابر تھی اسے نگل لیا (۵۵) دن کے وقت روزے کی نیت کرنے سے پہلے کوئی چیز بھول کر کھالی پھر روزے کی نیت کی (۵۶) بیہوشی طاری ہوگئی گو پورے مہینہ تک رہی ہو لیکن جس دن یا رات میں بیہوش ہوا ہو اس دن کی قضا لازم نہیں آئے گی

(۵۷) بالکل عقل جاتی رہی لیکن یہ حالت پورے مہینہ نہیں رہی، اور جب پورے مہینے تک دیوانہ رہے تو گو رات کو یا دن کو نیت کے وقت کے بعد کبھی کبھی عقل درست بھی ہوجائے تب بھی قضا نہیں آئے گی اور یہی صحیح ہے۔ (۵۸) پسینے اور آنسو حلق میں پہنچے اور ان کی ترشی اور نمکینی معلوم ہوئی (۵۹) دانتوں سے خون نکلا اور تھوک سے زیادہ یا اس کے برابر تھا اور پیٹ میں چلا گیا یا تھوک سے کم تھا لیکن اس کا مزہ حلق میں معلوم ہوا (۶۰) تھوک منہ سے نکل کر ٹھوڑی تک آگیا اور اس کا تار ٹوٹ گیا اس حالت میں پھر اندر لے گیا (پس اگر تار نہیں ٹوٹا تھا تو اندر کر لینے سے روزہ فاسد نہ ہوگا)

تیسری فصل:

ذیل کی پانچ صورتوں میں دن کے باقی حصہ میں روزے داروں کی طرح رہنا واجب ہے:

(۱) کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ گیا (۲) عورت حیض سے (۳) یا نفاس سے دن میں فارغ ہوئی (۴) نابالغ لڑکا دن میں بالغ ہوا (۵) کوئی کافر مسلمان ہوا

پھر پہلے تینوں پر تو اس روزے کی قضا بھی ہے اور اخیر کے دو پر نہیں اور بیمار اور مسافر اور فارغ ہونے سے پہلے حیض ونفاس والی عورت یہ چھپ کر کھا سکتے ہیں اور بواسیر کے مسوں کو دھویا ہو تو خشک کرنے کے بعد اندر کرنا چاہئے ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

چوتھی فصل:

ذیل کی تیرہ چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ ہیں:

(۱) بلا عذر کسی چیز کا چکھنا (۲) یا چبانا (۳) اگر ضرورت پڑے تو یہ دونوں کام کسی نابالغ یا حیض والی سے لے لے، اور یہ نہ ملیں تب خود چکھے اور چبائے، مصطگی کا چبانا (۴) بوسہ لینا (۵) پاس لیٹنا (۶) اور چھیڑ چھاڑ کرنا (۷) جب کہ دونوں صورتوں میں انزال کا یا جماع میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو یہ ظاہر روایت ہے

(۸) منہ میں تھوک جمع کرنا اور اس کو نگل لینا (۹) فصد یا حجامت وغیرہ ایسے کام کرنا جس سے قوی اندیشہ ہو کہ کمزوری ہوکر روزہ کا پورا کرنا دشوار ہوجائے گا۔ (۱۰) استنجا کے لئے خوب کھل کر بیٹھنا (۱۱) کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا (۱۲) بے قراری ظاہر کرنا (۱۳) ضروری غسل میں جان کر دیر کرنا (۱۴) کوئلہ چبانا اور منجن استعمال کرنا (۱۵) غیبت کرنا اور جھوٹ بولنا

پانچویں فصل:

ذیل کی چودہ چیزیں مکروہ نہیں ہیں:

(۱) بوسہ لینا (۲) پاس لیٹنا (۳) اور چھیڑ چھاڑ کرنا جب انزال و جماع کا اندیشہ نہ ہو (۴) مونچھوں کو یا بدن کے کسی اور حصہ پر تیل لگانا (۵) سرمہ لگانا (۶) پچھنے لگوانا (۷) فصد کرانا جب کہ کمزوری کا اندیشہ نہ ہو (۸) زوال کے بعد مسواک کرنا خواہ تازی ہو یا پانی میں تر کر رکھی ہو یہ مکروہ نہیں بلکہ زوال سے پہلے بھی سنت ہے اور بعد میں بھی وہاں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ صوف اندر نہ جانے پائے ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۹) کلی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا (۱۰) ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بھیگا ہوا کپڑا لپیٹنا یہ بھی مکروہ نہیں اور اسی پر فتوی ہے۔ (۱۱) خوشبو لگانا اور سونگھنا جب کہ دھوئیں دار نہ ہو جیسے: لوبان، اور اگربتی کہ ان کے قصداً سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (۱۲) تھوک نگلنا (۱۳) خودبخود قے ہوجانا چاہے منہ بھر کر ہو (۱۴) بھول کر کھا پی لینا (۱۵) ارادے کے بغیر مکھی وغیرہ کا حلق میں چلا جانا۔

چھٹی فصل

تین چیزیں مستحب ہیں:

(۱) سحری کھانا۔ (۲) اور دیر سے کھانا۔ (۳) ابر نہ ہو تو افطار میں جلدی کرنا

ساتویں فصل

ذیل کی بائیس چیزوں سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں جب کہ ان میں سے کسی چیز کو مجبوری کے بغیر جان بوجھ کر خوشی سے استعمال کرے:

(۱) و (۲) دونوں راستوں میں سے کسی ایک راہ میں جماع کیا، اس سے فاعل ومفعول دونوں پر قضا وکفارہ آئے گا۔ (۳) کوئی دوا کی یا غذا کی قسم کی چیز کھائی، (۴) یا پی۔ (۵) بارش کا قطرہ جو منہ میں گر پڑا تھا اسے نگل لیا (۶) کچا گوشت کھایا (لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کیڑے نہ پڑے ہوں ورنہ قضا آئے گی کیوں کہ اس صورت میں مرغوب نہیں رہے گا) (۷) ابواللیث کے قول پر چربی کھائی (۸) سوکھا ہوا گوشت کھایا، یہ تمام علماء کے نزدیک قضا وکفارہ کا سبب ہے۔ (۹) گیہوں کے دانے کھالئے (۱۰) یا چبالئے (اگر ایک دانہ چبایا اور وہ منہ ہی میں نیست ونابود ہوگیا تو اس میں کچھ نہیں آئے گا)۔ (۱۱) گیہوں کا دانہ (۱۲) یا تل وغیرہ کا دانہ باہر سے اٹھا کر نگل لیا اور یہی مختار ہے۔ (۱۳) ارمنی مٹی کھالی، عام ہے کہ اس کی عادت ہو یا نہ ہو یا ارمنی کے سوا کسی اور قسم کی مٹی کھائی جب کہ اس کے کھانے کی عادت ہے (ورنہ قضا آئے گی) (۱۴) مختار قول پر تھوڑا سا نمک کھالیا (۱۵) بیوی کا (۱۶) یا اپنے دوست کا تھوک نگل لیا (نہ کہ غیر کا، اس لئے اس صورت میں قضا آئے گی کیوں کہ وہ مرغوب نہیں ہے) (۱۷) پہلے غیبت کی (۱۸) یا پچھنے لگوائے (۱۹) مونچھوں کو تیل لگایا (۲۰) یا شہوت سے چھوا (۲۱) یا بوسہ لیا (۲۲) یا پاس لیٹا لیکن انزال نہیں ہوا۔ پھر چھؤوں صورتوں کے بعد جان بوجھ کر کھالیا اور یہ گمان کیا کہ ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ البتہ اگر کسی فقیہ نے روزے کے فاسد ہونے کا فتوی دے دیا تھا یا اس نے فاسد ہونے کی حدیث تو سنی تھی لیکن مذہب کے مطابق اس کی تاویل اور مطلب سے واقف نہیں تھا

توصرف قضا آئے گی اور اگر مطلب سے واقف تھا تو کفارہ بھی واجب ہوگا۔اسی طرح
اس عورت پر بھی کفارہ لازم ہوگا جس نے خوشی سے اس مرد کا کہنا مان لیا جس پر کسی نے
جماع کے لئے جبر کیا تھااور مرد چوں کہ مجبور ہے اس لئے اس پر صرف قضا آئے گی۔

آٹھویں فصل

کفارہ کے واجب ہونے اوراس کے لازم رہنے کی شرطوں اور کفارہ ادا کرنے کے طریقوں میں

(الف) کفارہ ذیل کی دس شرطوں سے واجب ہوتا ہے:
(۱)عاقل ہو۔(۲) بالغ ہو۔(۳) رمضان کا روزہ ہو۔(۴) رمضان ہی میں
توڑا ہونہ کہ اور دنوں میں۔(۵) نیت بھی صبح صادق سے پہلے کی ہو۔(۶) توڑنے
سے پہلے کفارہ کے ساقط کرنے والی چیز موجود نہ ہو یعنی سفر میں نہ ہو(۷) توڑنے
کے بعد کفارہ کے ساقط کرنے والی چیز مثلاً حیض ونفاس اور سخت بیماری پیش نہ
آئے۔(۸) کسی نے جبرانہ توڑوادیا ہو۔ (۹) قصداً توڑا ہونہ کہ بھول کر۔
(۱۰) توڑنے کے لئے مضطر ومجبور نہ ہو۔
(ب) اگر خود ایسا فعل کیا جس سے بیمار ہوگیا تو صحیح قول پر کفارہ معاف نہ ہوگا
(ج) اگر جان کر بلاضرورت ایسا کام کیا جس سے سخت پیاس لگ گئی اور روزہ
توڑ دیا تو کفارہ لازم آئے گا۔
(د) اور کفارہ یہ ہے کہ:ایک غلام آزاد کرے اگر میسر نہ ہو تو لگا تار دو مہینے کے روزے
رکھے،جن میں شوال کی پہلی اور ذی الحجہ کی دس سے تیرہ تک کی تاریخیں نہ ہوں۔
(ہ) اور اگر عذر سے یا بلا عذر کوئی روزہ چھوٹ جائے گا تو تمام روزے پھر سے
رکھنے ہوں گے،اگر حیض کی وجہ سے چھوٹ جائیں اور فارغ ہوتے ہی شروع

کردے تو پہلے روزوں کے لوٹانے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر نفاس پیش آ گیا تو
سب روزے پھر سے رکھنے پڑیں گے۔
(و) اگر بیماری اور سخت بڑھاپے کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو
دووقت کھانا کھلائے یا توصبح اور شام اور یا شام اور صبح یا دوصبح اور دوشام یا شام اور سحری کو۔
اور جن مسکینوں کو پہلے وقت کھلائے دوسرے وقت بھی انہیں کو کھلائے بدلنے
سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔
اور ایک فقیر کو ساٹھ دن دونوں وقت یا ساٹھ فقیروں کو دو دو وقت کھلا دینا بھی
کافی ہے یعنی ہر روز نئے فقیر کو کھلانا بھی جائز ہے لیکن ان فقیروں میں کوئی پیٹ
بھرا ہوا نہ ہو۔اور بہت چھوٹا بچہ بھی نہ ہو۔
(ز) اور گیہوں کی روٹی تو روکھی بھی کافی ہے کیوں کہ وہ نرم ہے اسی لئے کہا گیا
کہ: گیہوں کی روٹی کا سالن اس کے ساتھ ہی موجود ہے پس جس نے اس کے ساتھ
سالن طلب کیا وہ بھوکا نہیں ہے اور دوسری چیزوں کی روٹی کے ساتھ ترکاری دینا بھی
ضروری ہوگا۔
(ح) اور کھانا نہ کھلائے تو فقیر کو پونے دوسیر گیہوں یا ان کا آٹا یا ستو دے اور
جو اور انگور اور کھجوریں دینا چاہے تو ساڑھے تین سیر دے یا ان کی قیمت ادا کردے
ایک دم ہو خواہ تھوڑی تھوڑی۔
(ط) اور کئی روزے توڑے ہوں جب بھی ایک ہی کفارہ کافی ہے، عام ہے کہ وہ
روزے ایک رمضان کے ہوں یا کئی رمضانوں کے لیکن شرط یہ ہے کہ بیچ میں کفارہ
ادا نہ کیا ہو کیوں کہ اگر ایسا ہوگا تو بعد کے روزے کے لئے الگ کفارہ دینا ہوگا۔اور
عالم گیری میں ہے کہ ایک کفارہ ایک ہی رمضان کے روزوں کے لئے کافی ہوگا۔

نویں فصل

وہ چودہ عذر جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

(۱) بیماری (۲) سفر (۳) جبر (۴) حاملہ ہونا (۵) دودھ پلانے والی کے لئے (۶) شدت کی بھوک۔ (۷) اور پیاس (۸) بہت بڑھاپا (۹) حیض (۱۰) نفاس (۱۱) غازی جس کو یہ گمان ہو کہ روزہ رکھ کر جہاد نہیں کرسکوں گا وہ میدان میں جانے سے پہلے افطار کرلے۔ (۱۲) بخار کی باری کا دن تھا اور کمزور ہوجانے کے خوف سے کھالیا یا پی لیا گو پھر اس روز بخار نہ آئے۔ (۱۳) وہ عورت جس نے حیض آنے کے گمان سے افطار کرلیا گو حیض نہ آئے (۱۴) بازار والوں نے طبل کی آواز سن کر اس گمان پر افطار کرلیا کہ یہ عید کے اعلان کے لئے ہے اور پھر پتہ چلا کہ یہ اس لئے نہ تھا۔

تفصیل:

اول: بیمار سے مراد وہ ہے جس کو روزہ رکھنے سے مرض بڑھنے یا دیر میں اچھا ہونے کا قوی اندیشہ ہو نہ کہ وہم یعنی اپنے پہلے تجربہ کی بنا پر سخت نقصان پہنچنے کا خوف ہو یا ماہر و دیندار طبیب بتائے کہ روزے سے سخت نقصان ہوگا اور اندیشہ سے ہر جگہ یہی مراد ہے۔

دوم: مسافر صبح صادق سے پہلے سفر کرے تو اس دن کا روزہ نہ رکھنے میں گناہ نہ ہوگا اور صبح صادق کے بعد سفر پیش آئے تو سخت مجبوری کے بغیر افطار نہ کرے ورنہ گناہ ہوگا گو کفارہ لازم نہ آئے اور اس کو روزہ رکھنا مستحب ہے جب کہ تین شرطیں پائی جائیں:

(۱) روزہ نقصان نہ کرتا ہو (۲) اور اس کے تمام ساتھیوں نے افطار نہ کررکھا ہو (۳) یہ سب کھانے پینے میں شریک نہ ہوں، ورنہ رکھنا بہتر ہے۔

پہلی صورت میں تکلیف کی وجہ سے باقی دو میں ساتھیوں کی موافقت کی غرض سے

سوم: جبر سے مراد یہ ہے کہ کہ کوئی پچھاڑ کر کچھ کھلا پلا دے یا اندیشہ ہے کہ نہ کھائے گا تو کوئی قتل کرڈالے یا بہت مارے گا۔

چہارم تا ہفتم: (الف) حاملہ، دودھ پلانے والی اور شدت کی بھوک اور پیاس والا ان کے لئے افطار کی اجازت اس صورت میں ہے کہ: اپنے بچہ کے ہلاک ہونے کا یا عقل کے کمزور ہوجانے کا یا حواس جاتے رہنے کا اندیشہ ہو۔

(ب) اور دودھ پلانے والی ماں ہو، یا دایہ، دونوں کا یہی حکم ہے کیوں کہ حدیث میں ''عن المرضع'' آیا ہے جو دونوں کو شامل ہے پس دایہ کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں، نیز ماں کے ذمہ دودھ پلانا دیانۃً واجب ہے، بالخصوص جب کہ باپ مفلس ہو۔

(ج) اگر طبیب بچہ کے لئے مفید بتائے تو دودھ پلانے والی کے لئے دوا پینا بھی جائز ہے۔

(د) اگر بلاضرورت کوئی مشقت کا کام کیا مثلاً دوڑا اور سخت پیاس لگ گئی تو اس صورت میں کفارہ بھی آئے گا۔

(ہ) درمختار میں ہے کہ جس مزدور کو کام میں سخت مشقت پیش آتی ہو اس کو چاہئے کہ آدھے دن تو کام کرے اور آدھے دن آرام کرلے تاکہ روزہ بھی ادا ہوجائے اور روزی بھی حاصل ہوجائے۔

(و) بیماری اور عذر کے ختم ہونے سے پہلے مرجائے تو فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں ورنہ عذر ختم ہونے کے بعد جتنے دن ملے ہوں ان کی وصیت کرنا ضروری ہے۔

ہشتم: (۱) بہت بوڑھے کو شیخ فانی کہتے ہیں اور یہ وہ ہے کہ: روزہ بالکل نہ رکھ سکتا ہو اور دن بدن اس کی کمزوری بڑھتی جاتی ہو۔

(۲) شیخ فانی پر اور جس نے عمر بھر روزے رکھنے کی منت مانی ہو اور معاش کی مشغولی کی بنا پر روزہ رکھنے سے عاجز ہو ان دونوں پر واجب ہے کہ ہر روزے کے بدلے دو سیر اناج یا اس کی قیمت مسکین کو دیا کریں اور ایک روزے کا غلہ اور اس کی

قیمت کئی مسکینوں کو بھی دے سکتے ہیں یا ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلائیں۔

(۳) کفارے میں نہ ایک دن کے غلہ اور اس کی قیمت سے کم دینا جائز ہے نہ زیادہ دینا۔ اگر کم دیں گے تو اس کے بجائے دوسرے مسکین کو پورا دینا پڑے گا اور زیادہ دیں گے تو جتنا زیادہ ہوگا وہ حساب میں نہیں لگے گا اور فدیہ نہ دیا ہو تو وصیت کر جائے۔

(۴) اسی طرح جس بیمار کو اچھا ہونے کی امید نہ رہی ہو وہ بھی فدیہ دے پھر کمزوری جاتی رہی اور بیماری زائل ہوگئی تو روزوں کی قضا واجب ہوگی، شیخ فانی پر بھی اور بیماری سے اچھے ہونے والے پر بھی اور فدیہ کا ثواب ملے گا۔ غرض یہ کہ فدیہ صرف ان صورتوں میں کافی ہوگا کہ مرتے دم تک روزے رکھنے کی طاقت نہ پائے۔

(۵) فدیہ ادا کرنے کی بھی گنجائش نہ ہو تو استغفار کرتا اور معافی مانگتا رہے

(۶) شیخ فانی اگر مسافر ہو اور سفر ہی میں مرجائے تو فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں۔

(۷) فدیہ تہائی مال میں سے ادا ہوسکتا ہو تو وصیت کی صورت میں پورا ادا کرنا واجب ہوگا۔ ورنہ جتنا ادا ہو سکے اتنا کریں

(۸) جو نمازیں رہ گئی ہیں ان کے لئے بھی فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے ہر روز کے پانچوں فرضوں اور وتر چھوؤں کی طرف سے بارہ سیر غلہ یا اس کی قیمت دے۔

(۹) تہائی میں فدیہ پورا ہو سکے تو بالغ وارث اپنا حصہ جدا کر کے اس میں سے ادا کریں یا کوئی وارث اپنے مال میں سے دے دے۔

(۱۰) اور وصیت کے بغیر بھی اگر بالغ وارثوں نے اپنے حصہ میں سے یا کسی نے اپنے مال میں سے ادا کر دیا تو خدائے تعالیٰ سے امید ہے کہ نماز اور روزوں کے ترک پر عذاب نہ کریں گے۔

(۱۱) اور اگر زکاۃ نہ دی ہو تو اس کے لئے بھی وصیت کرنا ضروری ہے۔

(۱۲) کفارہ اور فدیہ میں اباحت وتملیک دونوں جائز ہیں اور صدقہ فطر وزکاۃ

میں تملیک ضروری ہے اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس صدقہ کے لئے شریعت میں طعام یا اطعام کا لفظ آیا ہے اس میں تو اباحت وتملیک دونوں جائز ہیں اور جس صدقہ میں دینے اور ادا کرنے کا لفظ آیا ہے اس میں تملیک ضروری ہے۔

(۱۳) اباحت کے معنی یہ ہے ہیں کہ: مسکین کے سامنے کھانا رکھ کر یہ کہہ دیا جائے کہ جتنا کھا سکو کھالو۔ اس میں لے جانے کا اختیار نہیں ہوتا، اور تملیک یہ ہے کہ چیز دے کر یہ کہہ دیا جائے کہ یہ تمہاری ہے جو چاہو کرو، اس میں پورا اختیار ہوتا ہے چاہے بیچے چاہے خود استعمال کرے

(۱۴) عذر کے بغیر نفلی روزے کے توڑنے سے گناہ ہوگا اور نفلی روزہ اور نماز شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے توڑے گا تو قضا ضروری ہوگی لیکن شوال کی پہلی اور ذی الحجہ کی دس سے تیرہ تک ان پانچ دنوں میں روزہ شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتا اور ان دنوں کے روزوں کی یا پورے سال کے روزوں کی منت مانی ہو تو دونوں صورتوں میں ان پانچ دن میں روزہ نہ رکھے اور ان کے بجائے اور دنوں میں رکھ لے۔

(۱۵) نابالغ بچہ کو نماز کی طرح روزے کا بھی حکم دیں اور دس برس کا ہوجائے تو مار کر روزہ رکھوائیں، پورے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھوائیں۔

(۱۶) بچے روزہ رکھ کر توڑ دیں تو قضا نہ کرائیں اور نماز کی نیت کر کے توڑ دیں تو پھر سے پڑھوائیں۔

تنبیہ: روزے چودہ قسم کے ہیں:

(۱) رمضان کے ادا روزے (۲) رمضان کا روزہ توڑنے کے کفارے کے (۳) قسم کے کفّارے (۴) ظہار کے کفارے کے یعنی جب بیوی کو ان عورتوں جیسا کہہ دے جن سے نکاح حرام ہے جیسے ماں وغیرہ تو اس میں دو مہینہ کے روزے

آتے ہیں (۵) قتل کے کفارے کے یعنی جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے بلاارادہ قتل ہوجائے مثلاً شکار کرنا چاہتا تھا اور گولی کسی آدمی کو لگ گئی اور غلام آزاد کرنے اور خون بہا ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اس میں بھی دو مہینے کے روزے آتے ہیں۔

(۶) نذر معین (اس منت کے روزے جس میں دن معین ہوں) (۷) واجب اعتکاف کے روزے۔

ان سات قسموں کے روزوں کو لگاتار رکھنا ضروری ہے۔

(۸) نفلی روزے (۹) قضائے رمضان کے روزے (۱۰) نذر مطلق (اس منت کے روزے جس میں دن مقرر نہ ہوں) (۱۱) حج میں تمتع کے روزے (۱۲) حج کے احرام میں دشمن یا مرض کی مجبوری کے سبب سر منڈالیا اس کے بدلے کے روزے (۱۳) حرم کے حدود یا احرام میں شکار کیا اس کے تاوان کے روزے (۱۴) قسم کے روزے مثلاً یہ کہا کہ: خدا کی قسم میں ایک مہینہ کے روزے رکھوں گا۔

ان سات قسموں کو جدا جدا کر کے رکھیں یا لگاتار لیکن جلدی کرنا بہتر ہے

کیوں کہ موت کا کوئی وقت نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ روزے رہ جائیں۔ اگر رمضان کے قضا کے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا تو پہلے ادا رکھے پھر قضا۔[1]

لیکن یہ یاد رکھو کہ: نذر مطلق کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زبان سے کہا ہو یا نیت کی ہو کہ میں ان روزوں کو لگاتار رکھوں گا، اس حالت میں تو لگاتار رکھنے پڑیں گے۔

دوسرے یہ کہ صرف یہ کہا ہو میں اتنے دن کے روزے رکھوں گا اب لگاتار رکھے خواہ جُدا جُدا۔ پھر جن روزوں کا لگاتار رکھنا واجب ہے ان میں سے ادائے رمضان اور نذر معین کو اگر لگاتار نہ رکھا تو پہلے روزے لوٹانے نہیں پڑیں گے اور باقی چھ قسموں سب روزے پھر سے رکھنے پڑیں گے۔

[1] (نورالایضاح، ومظاہر حق، بہشتی زیور)

دسویں فصل: سحری کھانے میں دیر کرنا اور ابر نہ ہو تو افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے

احادیث

(۱) سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہے یعنی اس کام سے آخرت میں ثواب ملتا ہے اور روزے کے لئے قوت وہمت نصیب ہوتی ہے۔ چناں چہ:

(۲) دن کے سونے سے نماز کے لئے رات کے جاگنے پر اور سحری کھانے سے دن کو روزہ پر مدد چاہو

(۳) عمرو بن عاصؓ کی روایت میں ہے کہ: ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں صرف کھانے کا فرق ہے کیوں کہ ان کی شریعت میں یہ تھا کہ روزہ کی رات میں نیند آ جانے کے بعد بیوی سے صحبت اور کھانا پینا تینوں چیزیں حرام ہیں اور ابتدائے اسلام میں ہمارے لئے بھی یہی حکم تھا پھر عمرؓ نے سونے کے بعد بیوی سے جماع کر لیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرمندگی ظاہر کی اور قیس بن حرمہؓ کے گھر میں ایک دن افطار کے لئے بھی کوئی چیز نہ تھی بیوی کھانے کی تلاش میں گئیں اتنے میں حضرت قیس کو نیند آ گئی پس ان کے پاس کھانا اس وقت پہنچا جب کہ ان کے لئے حرام ہو چکا تھا صبح کو پھر بغیر کھائے روزہ رکھ لیا، دو پہر کے وقت غش آ گیا تو نبی ﷺ کے دریافت کرنے پر ماجرا سنایا ان دونوں واقعوں کے بعد آیت: أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ[1] نازل ہوئی۔ جس میں تین چیزوں کی اجازت

[1]۔ (بقرہ: رکوع ۲۳)

مل گئی کہ روزہ کی رات میں تمہارے لئے بیویوں سے بے پردہ ملنا حلال کردیا گیا۔ پس عمرؓ کی لغزش ہمارے لئے رحمت کا باعث بن گئی اور آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا کہ: کھاؤ، پیؤ یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری میں سے ظاہر ہو، پس صبح صادق تک کے لئے تینوں چیزیں حلال ہوگئیں، حق تعالی کے حکم کی تعمیل پر جو صحابہ نے کی تھی یہ انعام ملا، جس سے تمام امت قیامت تک نفع اٹھاتی رہے گی۔ اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے سحری کی رغبت دلائی، اور فرمایا کہ: ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں سحری کھانے ہی کا فرق ہے پس یہ فعل مستحب ہے اگر ضرورت نہ ہو تب بھی سنت کی برکت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے کم از کم ایک چھوہارا ہی کھالیا کریں نیز سحری میں دیر کرنا بھی مستحب ہے اور اس کا افضل وقت رات کا آخری چھٹا حصہ ہے۔

حدیث:

(۴) تین باتیں پیغمبروں کی عادات میں سے ہیں:

(۱) سحری میں دیر کرنا (۲) افطار میں جلدی کرنا (۳) مسواک کرنا

اگر یہ شبہ ہو کہ جب پہلی امتوں کو سونے کے بعد کھانا جائز نہ تھا تو اس کے کیا معنی کہ: سحری کھانا پیغمبروں کی عادت ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ: یہاں سحری سے مراد دوبارہ کھانا ہے جو ان کے لئے سحری کے قائم مقام تھا لیکن اتنی دیر بھی نہ کرے کہ صبح ہونے کا شبہ ہوجائے اگر ایسا وقت ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ کھانا نہ کھائے تا کہ حرام میں مبتلا ہونے سے بچ جائے اور اگر کھالیا تو روزہ درست ہوجائے گا کیوں کہ رات کا باقی ہونا اصل ہے اور شک سے اصل چیز نہیں بدلا کرتی۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ: جس جگہ صبح صادق صاف نظر آتی ہو وہاں تو شک کی طرف ذرا بھی التفات نہ کرے اور اگر ابر یا چاندنی رات یا نگاہ میں فرق ہونے کی وجہ سے صبح صاف معلوم نہ ہو تو شک کے وقت کھانے سے گنہگار ہوگا کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ دو اور اس چیز کو لو جس میں تم کو شک نہ ہو اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ کھانے کے وقت صبح ہوگئی تھی تو احتیاطا اس روزہ کی قضا کرے لیکن ضروری نہیں کیوں کہ یقین، یقین ہی سے بدلا کرتا ہے اور یہاں رات باقی ہونا تو یقینی ہے اور صبح میں شک ہے۔

افطار

اس میں جلدی کرنا مستحب ہے

حدیث: سہل بن سعدؓ سے ہے: جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے بھلائی پر رہیں گے یعنی اس کے ترک کے بعد بھلائی کم ہوجائے گی پس سنت یہ ہے کہ: جب سورج ڈوبنے کا یقین ہوجائے تو فورا افطار کرلے۔ اس لئے کہ دیر کرنا اہل کتاب کا طریق ہے کہ وہ ستارے نکل آنے پر افطار کرتے تھے اور اس وقت یہ بدعتیوں اور شیعوں کا شعار بن گیا ہے پس ان کی مخالفت کے لئے بھی جلدی کرنا مستحب ہے۔

حدیث: ابوہریرہؓ سے ہے کہ: بندوں میں میرا زیادہ محبوب وہ ہے جو افطار میں جلدی کرے الخ

اس لئے کہ وہ شریعت پر مضبوطی سے جما ہوا ہے اور مخالفت سے نفرت رکھتا ہے نیز پہلے افطار کرلینے کی صورت میں نماز بھی دل حضوری سے ادا ہوگی اور ایسے شخص کا محبوب ہونا ظاہر ہے اور مناسب یہ ہے کہ: چھوہارے، انجیر، مُنقّہ، جیسی میٹھی چیز

سے افطار کرے اگر یہ نہ ملیں تو پانی سے کر لے، کیوں کہ انسؓ سے ہے کہ نبی ﷺ
تازہ چھوہاروں سے اور وہ نہ ہوتے تو خشک چھوہاروں سے افطار کرتے تھے اور وہ
بھی نہ ہوتے تو کئی گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اول
تو چھوہارے سے افطار کر کہ وہ برکت کی چیز ہے اور نہ ملے تو پانی سے کرو کہ وہ پاکی
کی چیز ہے اور افطار کے وقت اپنے بڑے بڑے کاموں کے لئے دعا کرے
مثلاً ایمان پر خاتمہ اور دوزخ سے نجات چاہے کیوں کہ یہ دعا کے قبول ہونے کا وقت
ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ابن عباسؓ سے ہے کہ: آپ افطار کے وقت یہ
الفاظ پڑھتے تھے:

أَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ

افطار کا وقت:

حدیث: جب رات یہاں سے آجائے (یعنی مشرق میں رات کی سیاہی
آجائے اور دن یہاں سے پیٹھ پھیر کر چلا جائے (یعنی سورج مغرب میں بالکل
پوری طرح ڈوب جائے) تو روزہ دار افطار کرلے یعنی اب دیر نہ کرے اور جس
نے غروب سے پہلے افطار کرلیا اگر اس کو غالب گمان تھا کہ ابھی غروب نہیں تو اس پر
کفارہ اور قضا دونوں ہیں اور اگر شک تھا تو صرف قضا ہے۔

گیارہویں فصل:

حقہ، بیڑی، سگریٹ کے حکم میں

تمبا کو ایک ایسی چیز ہے جو حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ کے ارشاد کے
مطابق گیارہویں صدی ہجری میں ظاہر ہوئی ہے، اس سے پہلے دنیا میں کسی جگہ بھی
اس کا وجود نہ تھا۔ اس میں روزانہ ملک ہزار دو ہزار نہیں لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ صرف

ہو رہا ہے اگر یہ رقم محتاجوں اور مسکینوں اور ملک کے دیگر امور میں صرف کی جائے
تو کافی سے زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے یہاں اس کا ذکر اس لئے آگیا کہ اس کی وجہ سے
امت کے لاکھوں افراد روزہ چھوڑ کر رمضان جیسے مبارک مہینے میں سب حاکموں سے
بڑے حاکم کی قانون شکنی کرتے ہیں اور اسی لئے ملک اور شہروں میں آئے دن طرح
طرح کی نئی سے نئی مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ چوں کہ حقہ نوش حضرات اس کو دوا اور
فائدہ مند بتلاتے ہیں اس لئے اگر ان کی بات کو مان لیا جائے تو روزے میں اس
کے پینے سے قضا اور کفارہ دونوں آئیں گے کیوں کہ جو چیز دوا کی یا غذا کی قسم سے
ہو اس میں دونوں چیزیں آتی ہیں اور جو لوگ اس قدر عادی ہیں کہ اس کی وجہ سے
روزہ بھی نہیں رکھ سکتے ان کے لئے تو یقینا حرام لغیرہ ہے رہی یہ بات کہ روزہ کے
بغیر اس کا استعمال کیسا ہے؟ سو اس میں کئی قول ہیں اور حق اور صحیح یہ ہے کہ: انسان جو
کام ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اگر اس میں کوئی دینی اور دنیوی فائدہ نہ ہو تو
عبث اور لہو لعب ہے اور ان تینوں میں فرق یہ ہے کہ جس کام میں لذت اور فائدہ
دونوں نہ ہوں وہ عبث ہے اور جس میں لذت ہو لیکن فائدہ نہ ہو وہ لہو اور لعب ہے
پھر اگر اس کی دھن میں ضروری کام بھی بھول جائے تو لہو ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو لعب
ہے اور چوں کہ حق تعالیٰ نے ان تینوں کا ذکر برائی کے ساتھ کیا ہے اس لئے یہ تینوں
حرام ہیں اور جب یہ تینوں حرام ہیں تو حقہ بھی حرام ہے کیوں کہ وہ انہیں میں سے کسی
ایک میں داخل ہے بلکہ عبث سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے کیوں کہ اس میں نہ لذت
ہے نہ فائدہ۔ اگر وہ حضرات جو اس کے شیدائی اور عاشق ہیں شیطانی سجاوٹ کے
سبب یہ فرمائیں کہ اس میں تو بڑا مزہ آتا ہے تو پھر یہ لعب اور لہو میں داخل ہو جائے
گا کیوں کہ ان کے قول کے مطابق اس میں لذت تو ہے مگر فائدہ نام کو بھی نہیں اس
لئے کہ نہ یہ غذا ہے نہ دوا بلکہ مضر ہے کیوں کہ تمام اطباء دھوئیں کو مضر بتاتے ہیں

چناں چہ ابن سینا کہتا ہے کہ: دھواں اور مٹی نہ ہوتی تو آدمی ہزار برس جیتا

جالینوس کا قول ہے کہ دھواں غبار، بدبو ان تین چیزوں سے بچتے رہو اور چکنائی، مٹھائی، خوشبو، غسل ان چار چیزوں کو ضروری سمجھو، ایسا کرنے سے تم کو طبیب کی ضرورت نہ ہوگی۔

قانون میں ہے کہ تمام قسم کے دھوئیں اپنے خاکی جوہر کی وجہ سے رطوبت کو خشک کردیتے ہیں اور کسی قدر آگ کا اثر بھی رکھتے ہیں۔

بعضے فاضل کہتے ہیں کہ جب دھواں خشک کرنے والی چیز ہے تو بدن کی رطوبتوں کو بھی خشک کردے گا اور اس سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوجائیں گی اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں کیوں کہ اپنی جان کو نقصان سے بچانا ضروری ہے

نصاب الاحتساب میں ہے کہ مضر چیز کا استعمال کرنا حرام ہے۔

سوال: بعض طبیب دھوئیں کی بعض قسموں سے بعض بیماریوں کا علاج کرتے ہیں اور اس کا نفع بھی مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے پس ہر قسم کے دھوئیں سے منع کرنا کیوں کر درست ہوگا؟

جواب: طبیب دھوئیں سے تھوڑی علاج کرتے ہیں، ہمیشہ نہیں کرتے پس اس سے خشکی پیدا نہیں ہوسکتی۔

سوال: خشکی بلغمی دماغ والوں کو تو نفع دیتی ہے کیوں کہ ان میں رطوبت بہت ہوتی ہے پھر ممانعت کیوں ہے؟

جواب: دھوئیں سے نفع ہونے کی حد معلوم نہیں اس کی شناخت کے لئے کسی ماہر طبیب کی ضرورت ہے جو مزاجوں سے بھی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ دھواں کس مقدار میں نفع دیتا ہے اور کس اندازے پر پہنچ کر مضر ہوجاتا ہے ورنہ سلامتی اور عدم سلامتی میں شک ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

اس کے استعمال کرنے والوں میں سے جو لوگ اہل انصاف ہیں اس کے بارے میں ان کے کئی گروہ ہیں، بعض کی رائے تو یہ ہے کہ یہ نقصان دیتا ہے اور بعض کے قول پر مضر نہیں اور بعض کو شک ہے، لیکن ایک بڑا گروہ جس کی بات حق سے قریب تر ہے وہ یہی کہتا ہے کہ حقہ (بیڑی، سگریٹ) سے شروع میں تو جسم میں قوت اور نگاہ میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور کھانا ہضم ہوتا ہے اور بدن میں سرور معلوم ہوتا ہے لیکن کچھ عرصے کے بعد بینائی میں دھندلا پن اور اعضاء میں گرانی اور ہاضمہ میں فتور اور بدن میں ضعف پیدا ہوجاتا ہے۔

یہ نقصانات اس لئے ہیں کہ طبیبوں کے قول کے مطابق دھواں خشکی کرتا ہے پس اول اول مفید معلوم ہوتا ہے بعد کو اس کے نقصانات ظاہر ہوتے ہیں

اس کے علاوہ یہ ہے کہ اگر اس کا مفید ہونا ثابت بھی ہو تب بھی تندرست ہوجانے کے بعد ناجائز ہوگا کیوں کہ اس صورت میں حقہ دوا ہے اور شفا کے بعد دوا کا استعمال جائز نہیں اس لئے کہ تندرستی کے بعد دوا استعمال کی جاتی ہے تو بدن میں اثر کرتی ہے اور اس سے نقصان ہوتا ہے اور نقصان کی چیز کا استعمال کرنا ناجائز ہے گو اس میں کچھ نفع بھی ہو۔

دیکھو! شراب کو قرآن مجید کی آیت میں حرام بتایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ: اس میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں بات یہ ہے کہ جب کسی چیز میں نفع کم ہو اور نقصان زیادہ ہو تو وہاں نقصان ہی کے پہلو کو مقدم رکھ کر اس چیز سے منع کیا جاتا ہے اور اس کو پوری طرح حق تعالی ہی جانتے ہیں کہ کونسی چیز نفع میں بڑھی ہوئی ہے اور کونسی نقصان میں، ہم ہرگز نہیں سمجھ سکتے بلکہ فقہاء نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ اگر کسی چیز میں حلال ہونے کی تو کوئی وجہیں پائی جاتی ہوں اور حرام ہونے کی ایک وجہ ہو تب بھی احتیاطا اس کو حرام ہی کہیں گے۔

سوال: اس کے استعمال کرنے والے تو یہ کہتے ہیں کہ: پینے کے بعد بدن ہلکا سا ہو جاتا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ اس میں نفع نہیں؟

جواب: جن حضرات نے اس کے نفع اور نقصان کا پوری طرح تجربہ کیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ: اس کے پیتے وقت چوں کہ دھواں اندر پہنچتا ہے اس لئے اس وقت سخت تکلیف معلوم ہوتی ہے اور فارغ ہونے کے بعد وہ تکلیف دور ہو جاتی ہے اور ایک طرح کی راحت ملتی ہے پس یہ لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ: یہ آرام حقہ پینے سے ملا ہے اور یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ اس کے موقوف کرنے سے ملا ہے۔

نیز چیزوں کے حلال اور حرام ہونے کی تفصیل میں علماء کے تین قول ہیں:

(الف) تمام چیزیں حلال ہیں لیکن جن چیزوں کو شریعت نے حرام بتادیا وہ حرام ہیں۔

(ب) تمام چیزیں حرام ہیں لیکن جن چیزوں کو شریعت نے حلال بتادیا ہے وہ حلال ہیں۔

(ج) مضر چیزیں اصل کے اعتبار سے تمام کی تمام حرام ہیں اور مفید چیزیں حلال ہیں۔

اس تیسرے قول کی رو سے حقہ اور اس کی اولاد بیڑی، سگریٹ کا حکم بھی نکل آیا کیوں کہ یہ سب مضر ہیں جیسا کہ اوپر ماہر طبیبوں کے اقوال سے معلوم ہو چکا ہے۔

(الف) نیز اس کے مضر ہونے میں شک بھی ہوتا تب بھی اس کو حرام ہی قرار دینا اولی تھا، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ: حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچتا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ رکھا اور جو شبہ کی چیزوں میں پھنس گیا (کہ ان کو استعمال کرنے لگا) وہ (انجام کار) حرام میں پھنس گیا جیسے وہ

چوپایہ جو کھیت کے گرد چر رہا ہو بہت ممکن ہے کہ (قریب ہونے کی وجہ سے) کھیت کے اندر بھی چلا جائے، سبحان اللہ! نبی ﷺ نے کیسا عجیب وغریب علاج بتایا ہے کہ اگر کوئی حرام سے بچنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ شبہ کی چیزوں اور مکروہات سے بھی بچے، ورنہ آج مکروہات ومشتبہات میں اور کل حرام چیزوں میں پھنس جائے گا اور چوپایہ کی مثال بھی کس قدر مناسب بیان فرمائی ہے جو سمجھ سے قریب تر اور نہایت دلنشین ہے۔

اور ان مشتبہ چیزوں میں علماء کا اختلاف ہے بعض تو ان کو حدیث مذکور کی بناء پر حرام کہتے ہیں اور بعض دوسری حدیث کی بناء پر مکروہ بتاتے ہیں، یہاں ہم درازی کے خوف سے حدیث نہیں لکھتے۔

نتیجہ یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ حقہ اگر حرام نہیں تو مشتبہ اور مکروہ تو ضرور ہے جس کی عادت رکھنے سے حرام چیزوں میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے چناں چہ کھلی آنکھوں دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ اس کے پورے شیدائی ہے ان میں سے اکثر لوگ روزہ توڑ خدا کے چور ہیں، کیا روزہ توڑنا حرام نہیں؟ اور کیا حقہ اور اس کی اولاد نے ان کو اس حرام میں نہیں پھنسا دیا ہے۔ پس حدیث مذکور کے مطابق جو اس کو چھوڑے گا اس کا دین محفوظ رہے گا اور مخلوق کی ملامت اور عیب سے بھی بری رہے گا اور جو اس کو پیتا رہے گا وہ حرام چیزوں میں پھنستا رہے گا۔

رہا ان حضرات کا یہ ارشاد کہ حقہ ہر بیماری کی دوا ہے اور اس کے پینے سے بہت سی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں، سو یہ شیطانی بناوٹ اور اس کا دھوکہ ہے اس قول سے اس کو جائز نہ سمجھ لینا چاہئے اس میں شفا تو کیا ہوتی انجام یہ ہوتا ہے کہ دھواں جمتے جمتے مستقل بیماری بن جاتا ہے کیوں کہ بار بار پینے سے وہ مقام سیاہ ہو جاتا ہے جس کو دھواں لگتا ہے۔

پھر اس دعوے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جتنے حضرات اس دولت سے مشرف ہیں
وہ سب کے سب پہلے بیمار تھے اور اب بھی ہیں اور بیماری ہی کے علاج کے لئے انہوں
نے اس کا استعمال شروع کیا ہے اور سب کی بیماری بھی چاروں موسموں میں ایک ہی قسم
کی رہتی ہے اور اس کا علاج بھی ایک ہی ہے اور اس کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔

نیز اس میں مال ضائع ہوتا ہے کہ شائقین اعلی سے اعلی قسم کا حقہ بنواتے ہیں اور
اس میں بہت رقم خرچ کرتے ہیں، بیڑی، اور سگریٹ بھی نئی سے نئی قسم کے نکلتے
رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے پھر حقہ تیار کرنے اور بھرنے
میں تو کچھ دیر بھی لگتی ہے نیز وہ کسی خاص جگہ بیٹھ کر پیا جاتا ہے اور یہ جیبی حقے
تو ہر وقت بھرے بھرائے تیار رہتے ہیں بلکہ ہر وقت منہ سے لگے رہتے ہیں اور
عین مسجد کے دروازے پر ہی آکر ختم کرتے ہیں پس اس میں اسراف بھی ہے جو
حرام ہے اور عمر گراں مایہ کا کافی حصہ بھی اس میں ضائع ہوتا ہے میرے ایک دوست
ابھی ابھی تازہ تازہ پی کر آئے وہ فرماتے ہیں کہ: قینچی سگریٹ کا ایک بکس ساڑھے
سات آنہ میں آتا ہے ایک غریب آدمی اتنے پیسوں میں اپنے کنبہ کا خرچ چلاتا اور
یہ حضرات بے فکری اور فراخدلی کے ساتھ پھونک کر پھینک دیتے ہیں نیز معلوم
ہوا ہے کہ اعلی قسم کی سگریٹوں میں شراب کا جوہر بھی ملایا جاتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اس
کے حرام ہونے میں ذرا بھی شک نہیں، نیز اس میں بدبو بھی ہوتی ہے جس سے نہ پینے
والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

الف: حدیث میں ہے کہ: تکلیف دینے والی تمام چیزیں دوزخی ہیں۔

ب: کناسی کہتے ہیں کہ بدبو ناک کے نتھوں کو جلاتی ہے اور دماغ میں پہنچ کر
آدمی کو تکلیف دیتی ہے۔

ج: اسی لیے حدیث میں ہے کہ جو شخص اس درخت (پیاز) میں سے کچھ کھائے

وہ ہماری مسجد میں نہ آئے کہ اس کی بدبو ہمیں تکلیف پہنچائے گی

د: پس اس درخت سے وہ تمام چیزیں مراد ہوں گی جن میں بدبو آتی ہے اور
ظاہر ہے کہ حقہ اور بیڑی اور سگریٹ بھی بدبودار چیزوں میں سے ہیں۔

ہ: مسلم میں ہے کہ جب آپ کو کسی کے منہ سے لہسن یا پیاز کی بدبو آتی تھی تو بقیع
غرقد کی طرف نکلوا دیتے تھے۔

و: اسی لئے فقہاء نے فرمایا کہ: اگر کسی شخص میں بدبو پائی جائے اس کو مسجد سے
نکال دینا ضروری ہے اگرچہ ہاتھ اور پاؤں سے گھسیٹ کر ہی نکالنا پڑے لیکن
داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا مناسب نہیں۔

ز: چوں کہ اس زمانے میں اکثر امام اور مؤذن اس بلا میں گرفتار ہیں اس لئے
وہ سب اسی لائق ہیں کہ: ان کو مسجد سے نکال دیا جائے بلکہ بعض وقت تو یہ لوگ مسجد
ہی میں پیتے ہیں۔

حجاز میں مالکی مذہب کے بعض علماء نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے
کہ: حقہ کا استعمال کرنا حرام ہے جیسا کہ لکڑی اور آگ کا استعمال کرنا حرام ہے کیوں
کہ دھواں لکڑی اور آگ کے اجزاء سے مرکب ہے نتیجہ یہ ہے کہ دھویں میں آگ
کے اجزاء پائے جاتے ہیں اس لئے حقہ کا استعمال حرام ہے۔

نیز حق تعالی نے جو عذاب نافرمانوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں ان میں ایک
عذاب دھوئیں کا بھی ہے چناں چہ یونس علیہ السلام کی امت کے بارے میں ارشاد
ہے کہ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے ذلت کا عذاب اٹھالیا اور یہ عذاب
دھواں ہی تھا اور سورہ دخان میں بِدُخَانٍ مُّبِینٍ[1] سے ایک قول پر قحط اور دوسرے

[1] ۔ الدخان: 10)

قول پر خود دھواں مراد ہےس اس تفسیر پر آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ دھواں بھی دردناک عذاب ہے اور وَظِلٍّ مِنْ يحمُومٍ ۔[1] اور إِلَى ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ [2] میں جو سایہ مذکور ہے وہ دھوئیں کا سایہ ہوگا پس حساب سے فارغ ہونے تک کفار دھوئیں کے اور مؤمنین عرش الٰہی کے سایہ میں رہیں گے پس دھواں عذاب ہے اور عذاب کی چیز کا استعمال بلاضرورت حرام ہے کیوں کہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب کی جگہ سے بھاگ جانا واجب ہے، چناں چہ مزدلفہ کے قریب جو وادی محسر ہے جس میں اصحاب فیل کو ہلاک کیا گیا تھا یہ بھی انہی مقامات میں سے ہے اور جب عذاب کے مقام سے بھاگنا واجب ہے تو خود عذاب کی چیز سے بھاگنا اور نفرت کرنا کس قدر ضروری ہوگا۔

نیز تم دیکھتے ہو کہ حقہ پینے والوں کے ناک اور منہ سے دھواں نکلتا ہے جس طرح دوزخیوں کے اور ان شریروں کے ناک اور منہ سے بھی دھواں نکلے گا جو آخر زمانہ میں ہلاک ہوں گے۔

چناں چہ حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایسا دھواں پیدا ہوگا جو تمام زمین میں بھر جائے گا اور لوگوں پر چالیس روز تک قائم رہے گا ایمان داروں پر تو اتنا ہی اثر کرے گا کہ اس سے زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور کافروں کے دونوں نتھوں اور دونوں کانوں اور دونوں آنکھوں سے نکلے گا یہاں تک کہ کافر کا سر بھنی ہوئی سری کی طرح معلوم ہوگا پس ایمان والوں کے لئے مناسب نہیں کہ عذاب والوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں اور عذاب کی چیز (دھویں) کو استعمال کریں۔

د: نیز علماء نے لوہے اور تانبے کی انگوٹھی کو اسلئے مکروہ بتایا ہے کہ حدیث کی رو

---

[1] ۔(واقعہ: رکوع:۲، آیت:۳۴)

[2] ۔(مرسلات:30)

سے لوہا اور تانبا دوزخیوں کا لباس ہے اور جیسا کہ ہلالی نے مختصر الاحیاء میں بیان کیا ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرم کھانے کو برا جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ: اللہ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی پس دھواں بدرجہ اولی مکروہ ہوگا کیوں کہ اس میں تو آگ کے اثر کے علاوہ خود آگ کے اجزاء بھی موجود ہیں۔

اگر اس میں اور کوئی بھی برائی نہ ہوتی تو ایک عقل مند شریف باغیرت انسان کو اس کے استعمال سے روکنے کے لئے ذیل کی دو خرابیاں ہی کافی تھیں:

الف: اس سے منہ اور کپڑے کالے ہو جاتے ہیں اور بدبو پھیلتی ہے۔

ب: اس کو کافروں اور اسلام کے دشمنوں نے رواج دیا ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اسلامی شہروں میں پھیلایا ہے اور مسلمان ان کے بدترین طریق کو زندہ کر رہے ہیں: فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بارالہا! ہمیں راہ حق کی ہدایت فرما اور ہمارے دینی بھائیوں کے لئے اس مضمون کو نافع بنا۔ آمین یارب العالمین۔

تتمہ

اس ماہ مبارک کی پانچ بڑی فضیلتیں

اول: حدیث میں ہے:

شَعْبَانُ شَهْرِي وَرَمَضَانُ شَهْرُ اللهِ[1].

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان حق تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ گو تمام مہینے حق تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن خاص اسی کو اپنا مہینہ فرمانا یہ بتا رہا ہے کہ اس مہینے کو حق تعالیٰ کی ذات بابرکت کے ساتھ کوئی اہم خصوصیت ہے جیسے ایک باپ اپنے بچوں میں سے ایک لائق اور فرماں بردار بچہ کی بابت کہتا ہے کہ: یہ میرا بچہ ہے پس اس کا مطلب یہی ہوا کرتا ہے کہ: مجھے اس کے ساتھ خصوصی تعلق ہے یہ مقصود ہرگز نہیں ہوتا کہ: دوسرے لڑکے اس کے بچے نہیں ہیں۔ اسی طرح یہاں سمجھ لو کہ اس مہینہ کو بھی کوئی اہم خصوصیت حاصل ہے اور وہ خصوصی تجلیات ہیں جو اس مہینے میں موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہوتی رہتی ہیں مگر وہ ہمارے جیسے دل کے اندھوں کو نظر نہیں آتیں جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں وہ بلا رکاوٹ اس کا نظارہ کرتے رہتے ہیں اگر ہم بھی ان تجلیات کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ کسی ماہر طبیب روحانی ڈاکٹر سے اپنی باطنی آنکھوں کا آپریشن کرائیں اور اسی لئے حق تعالیٰ نے قرآن مجید اور دوسری تمام کتابیں اور صحیفے اسی مہینہ میں نازل فرمائے۔

[1] کنز العمال: ج:۱۲ ص:۳۱۳، الرقم: ۳۵۱۷۲۔ میں اس حدیث کی نسبت مسند الفردوس للدیلمی کی طرف کی ہے مگر راقم کو دار الکتب العلمیة، طباعت اول: ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶م۔ میں نہیں ملی۔

دوم: اسی مہینہ میں حق تعالیٰ کا وہ بابرکت فریضہ بھی ادا کیا جاتا ہے جسے روزہ کہتے ہیں، جس کی بابت حدیث میں ارشاد باری تعالیٰ آیا ہے کہ: روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔ فرشتوں اور دوسرے تقسیم کرنے والوں سے نہیں دلایا جائے گا کیوں کہ روزہ میں بندہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص مناسبت نصیب ہوتی ہے کہ جس طرح وہ کھانا اور پینا وغیرہ ان تمام حاجتوں سے پاک ہیں جو ایک انسان کو پیش آتی ہیں اسی طرح بندہ بھی تھوڑی دیر کے لئے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے سو یہ خصوصی تعلق بھی اسی مہینہ میں نصیب ہوتا ہے۔

سوم: اس مہینے میں قرآن جیسی مکمل اور اعلیٰ ترین کتاب کا نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونا پھر آپ کا اس مہینہ میں کثرت سے تلاوت فرمانا اور جبرئیل ؑ کے ساتھ دور فرمانا اور وفات کے سال دو مرتبہ دور فرمانا پھر امت کے بڑے بڑے بزرگوں کا آج تک انہیں دنوں میں تلاوت کی کثرت رکھنا ان سب باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کو اس مہینہ سے خاص طرح کی خصوصیت ہے پس اس مہینے میں تلاوت کا اور دنوں سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

چہارم: یہ شرف بھی اسی مہینہ کو حاصل ہے کہ: اس میں لیلۃ القدر ہوتی ہے جو قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ہزار مہینوں سے بہتر ہے چوں کہ زبان عرب میں الف ہزار کا عدد ایسا ہے کہ جس پر تمام مفرد عدد ختم ہوجاتے ہیں اس لئے خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ[1] کا مطلب یہ ہوگا کہ لیلۃ القدر کا درجہ انتہائی عدد سے بڑھ کر ہے اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت قدس اللہ اسرارھم کے ارشاد کے موافق اگر قرآن مجید اردو زبان میں نازل ہوتا تو اس زبان کے محاورے کے مطابق اس طرح کہا جاتا کہ شب قدر کا ثواب سنکھ مہینوں سے بھی بہتر ہے اور انتہائی کرم یہ ہے کہ بہتر تو فرمایا مگر

[1] (القدر:۳)

بہتری کی کوئی حد نہیں بتلائی۔ پس اگر کوئی یہ امید رکھے کہ اس رات میں عبادت کرنے کا اس قدر ثواب ملے گا جو کسی طرح بھی شمار میں نہیں آ سکتا تو حدیث قدسی :اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ [1] (کہ میں بندہ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے) کے موافق اس کو ان شاء اللہ بے شمار ہی ثواب ملے گا اور مزید لطف وکرم یہ ہے کہ: نبی ﷺ نے اس رات کا پتہ اس طرح بتا دیا ہے کہ: اس کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کیا کرو، پھر ان دس میں سے بھی طاق راتوں اکیس، تیئیس، پچیس، ستائیس، انتیس، میں تلاش کرو، تاکہ ایک رات محنت اور کوشش میں صرف کریں اور دوسری رات اس کے ساتھ ہی آرام اور راحت کے لئے بھی ملتی رہے سبحان اللہ! بندوں کے ضعف کی کس قدر رعایت رکھی گئی ہے۔ رہا یہ کہ اس رات میں کتنی دیر جاگیں سو اس میں پوری رات جاگنے کی چنداں ضرورت نہیں اگر تھوڑے حصہ میں سو بھی لیں اور رات کے اکثر حصہ میں جاگ لیں تو اس سے بھی ان شاء اللہ تعالی پوری رات کی عبادت کا ثواب مل جائے گا۔ پھر ان راتوں میں خواہ ذکر وتسبیح میں مشغول رہیں خواہ قرآن پاک کی تلاوت کریں، لیکن نفلوں میں مشغول رہنا زیادہ بہتر ہے۔ حدیث میں ہے کہ: عائشہؓ نے دریافت کیا کہ: میں شب قدر کو پاؤں تو کیا کروں، تو فرمایا کہ: یہ دعا پڑھو:

اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔

اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

نیز ارشاد ہے کہ: اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو

[1] بخاري: ج:9ص:121. باب قول الله تعالى {ويحذركم الله نفسه} وقوله جل ذكره {تعلم ما في نفسي ولا أعلم ما في نفسك}

اس کی برکات سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔ اس کی تفسیر میں سعید بن المسیب نے فرمایا کہ: جس نے لیلۃ القدر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی (جس سے مراد مغرب وعشاء کی نماز ہو سکتی ہے) تو اس نے بھی اس رات میں سے اپنا حصہ حاصل کر لیا یعنی وہ محروم اور کم نصیب نہیں کہلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں اب جو اتنا بھی نہ کر سکے وہ یقینا محروم وکم نصیب ہے اور اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ قدر کے معنی ہے اندازہ کرنا، اور اس رات میں بھی تمام سال کے لئے لوگوں کے رزق اور موتیں اور دوسرے احکام کے اندازے لکھ کر فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں یا قدر عزت کے معنی میں ہے یعنی یہ رات بڑی قدر وعزت والی ہے اور یہ رات صرف اس امت کو ملی ہے تاکہ اپنی چھوٹی چھوٹی عمروں میں اس رات کے ذریعہ بہت سا ثواب حاصل کر سکے۔

اس رات کی فضیلتیں

(۱) اس رات میں قرآن کا نازل ہونا (۲) فرشتوں کی پیدائش (۳) آدمؑ کے مادہ کا جمع ہونا (۴) جنت میں درختوں کا لگایا جانا (۵) دعا کا قبول ہونا (۶) عبادت کا ہزار مہینے یعنی تراسی سال اور چار مہینہ سے بھی زیادہ ثواب ملنا، پھر جس قدر خلوص ہوگا اس مقدار سے ثواب اسی قدر بڑھتا چلا جائے گا۔

علامتیں

طبریؒ نے ایک قوم سے نقل کیا ہے کہ: اس رات میں درخت سجدہ کرتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اپنی جگہ پر آ جاتے ہیں اور ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ لیکن یہ علامتیں اہل کشف پر ظاہر ہوتی ہیں اور حق یہ ہے کہ: اس رات کا ثواب پانے کے لئے ان علامتوں کا دیکھنا شرط نہیں ہے اگر ان میں سے کچھ بھی نظر نہیں آیا تو بھی ان

شاء اللہ تعالی ثواب پورا ہی ملے گا اور سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ خلوص اور خشوع اور عاجزی کے ساتھ عبادت وذکر کی توفیق ہوتی ہے پس جب ایسی رات بھی اسی مہینہ میں ہے تو اس کا باعظمت ہونا ظاہر ہے۔

پنجم: ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ: اس مہینہ میں تراویح جیسی محبوب عبادت بھی مقرر کی گئی ہے جس کی بابت حدیث میں ہے کہ جس نے رمضان کے روزے اور تراویح کا قیام یہ دونوں کام ایمان لاکر اور ثواب کی نیت سے کئے نیز لیلۃ القدر کا قیام بھی انہیں دو شرطوں سے کیا کہ اس کو سچا اور برحق بھی سمجھا اور ثواب کی نیت بھی کی تو اس کے پچھلے گناہ سب معاف ہوجائیں گے قدردانوں کے لئے تو گناہ کی مغفرت اور جہنم کے عذاب سے نجات سب دولتوں سے بڑھ کر ہے۔ مگر ہم جیسے بے قدروں اور ناشکروں کے لئے کچھ بھی نہیں ہم سے تو اگر یہ کہا جاتا کہ جو پورے مہینے تراویح پڑھے گا اس کو عید کے دن سو روپیہ یا سو گنیاں مل جائیں گی تو پھر بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے۔ ہم خود بھی فانی ہیں اور ہمیں فانی ہی چیز کی قدر ہے۔ بار الہا! ہمیں دنیا کے بجائے آخرت کا قدرداں بنا۔ آمین یارب العالمین۔

الحمد لله رب العالمين،والصلاة والسلام على جميع الأنبياء خصوصاعلى سيدهم وقدوتهم محمدوآله وأصحابه أجمعين۔ربناتقبل منا إنک أنت السميع العليم

الحمد لله رب العالمين،والصلاة والسلام على جميع الأنبياء خصوصاعلى سيدهم وقدوتهم محمدوآله وأصحابه أجمعين۔ربناتقبل منا إنک أنت السميع العليم

فہرست اسنادمحولہ

کتب تفسیر

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نوراللہ مرقدہ، فتح العزیز پارہ الم وعم۔ مکتبہ: ایچ، ایم، سعید کمپنی۔ ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

کتب حدیث

محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله (المتوفى : 256هـ) ۔صحيح البخاري، دار طوق النجاة، ط: الأولى: ۱۴۲۲ھ۔اعتنى به: محمدزهير بن ناصر الناصر۔

أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري (م: ۲۶۱ھ)۔صحيح مسلم بشرح النووى، المطبعة المصرية بالأزهر۔ط: الأولى: ۱۳۴۷ھ۱۹۲۹م۔

أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (م: ۲۴۱ھ).مسند أحمد ۔ ت: شعيب الأرناؤوط وعادل مرشد۔مؤسسة الرسالة: ط: الأولى: ۱۴۲۷ھ۔۱۹۹۷م۔

أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي الكبير، (م: 303 هـ)سنن النسائي، بشرح الحافظ جلال الدين السيوطي ،وحاشية الإمام السندي ۔ مكتب تحقيق التراث الإسلامي، دار المعرفة بيروت لبنان۔

أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (م: ۲۷۳ھ)سنن ابن ماجة۔ت: محمد فؤاد عبد الباقي۔مطبعة: دار إحياء الكتب العربية۔

محمد بن إسحاق بن خزيمة أبو بكر السلمي النيسابوري (م: ۳۱۱ھ)صحيح ابن خزيمة، ۔ المكتب الإسلامي۔ط: ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰م۔ت: محمد مصطفى الأعظمي۔

أحمد بن محمد بن سلامة أبو جعفر الطحاوي (م: ۳۲۱ھ).شرح معاني الآثار المختلفة المأثورة، مكتبه عالم الكتب، الطبعة الأولى: ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴م۔

سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي،(م:۳۶۰ھ)المعجم الأوسط ـ مطبعة:دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع ـ ط:۱۴۱۵ھ ـ ۱۹۹۵م ـ

أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)شعب الإيمان ،ت:أبوهاجر محمد السعيد بن بسيوني زغلول ـ دار الكتب العلمية ـ بيروت، لبنان ـ ط:الأولى: ۱۴۲۱ھ ـ ۲۰۰۰م ـ

محمدبن عبدالله الخطيب التبريزي(م: ۷۴۱ھ)مشكاة ،المكتب الإسلامي ـ ط:ثانية: ۱۳۹۹ھ ـ ۱۹۷۹م ـ

علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى: 975هـ)، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ـ ت: بكري حياني - صفوة السقا، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م

الشيخ عبدالحق محدث الدهلوي، ماثبت في السنة في أيام السنة مع أردو ترجمه الأعمال المأثورة في الأيام المشهورة، مطبعه مجتبائی، واقع دهلی ۱۹۰۸ھ ـ

كتب الموضوعات

القاري، علي بن سلطان الهروي(م:۱۰۱۴ھ)المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، مكتب المطبوعات الإسلامية ـ

كتب الفقه

شمس الائمة محمد بن أحمد السرخسي(م:۴۸۳ھ) كتاب المبسوط، در الفكر، بيروت ـ الطبعة الأولى: ۱۴۲۱ھ ـ

علاء الدين الكاساني (م:۵۸۷ھ)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الكتب العلمية، الطبعة الثانية: ۱۴۰۶ھ ـ

فخر الدين حسين بن منصو ر الحنفي الشهير بقاضي خان (م:۵۹۲ھ)فتاوى قاضي خان علىٰ هامش الفتاوى الهندية، مكتبة ماجدية كوئٹه باكستان ـ الطبعة الثانية: ۱۴۰۳ھ ـ

أبو الحسن برهان الدين علي بن أبي بكر المرغيناني (م:۵۹۳ھ)الهداية شرح بداية المبتدي ـ المكتبة الإسلامية ـ

محمود بن أحمد برهان الدين البخاري (م:۶۱۶ھ)، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: ۱۴۲۴ھ ـ

كمال الدين ابن الهمام(م: ۶۸۱ھ)، فتح القدير شرح الهداية، دار الفكر بيروت ـ

عبدالله بن محمود بن مودود الموصلي الحنفي (م:۶۸۳ھ)، الاختيار لتعليل المختار، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة: ۱۴۲۶ھ ـ

فخر الدين الزيلعي(م:۷۴۳ھ)تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ،المطبعة الكبرى الأميريه القاهرة، الطعبة الأولى: ۱۳۱۳ھ ـ

أكمل الدين البابرتي (م:۷۸۶ھ)العناية شرح الهداية، دار الفكر، بيروت ـ

أبو بكر بن علي الحدادي (م:۸۰۰ھ)الجوهرة النيرة ـ المطبعة الخيرية ـ الطبعة الأولى: ۱۳۲۲ھ

بدر الدين محمود بن أحمد العيني الحنفي (م:۸۵۵ھ)البناية شرح الهداية، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: ۱۴۲۰ھ ـ

محمد بن فراموز الشهير بمنلا خسرو (المتوفى : 885هـ)درر الحكام شرح غرر الأحكام، دار إحياء الكتب العربية ـ

زين الدين بن إبراهيم، ابن نجيم المصري(م:۹۷۰ھ)البحر الرائق شرح كنز الدقائق، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة الثانية ـ

سراج الدين عمر بن إبراهيم بن نجيم الحنفي (م:۱۰۰۵ھ)النهر الفائق شرح كنز الدقائق، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ ـ

حسن بن عمار بن علي الشُرُنبلاني (م:۱۰۶۹ھ)مراقي الفلاح شرح متن نور الإيضاح، المكتبة العصرية، الطبعة الأولى: ۱۴۲۵ھ ـ

أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوي(م: ۱۲۳۱ھ)حاشية الطحطاوي على الدر المختار، دار

الكتب العلمية، الطبعة الأولى: ۱۴۱۸ھ۔

محمد أمين بن عمر الشهير بابن عابدين(م: ۱۲۵۲ھ)، ردالمحتار، دار الفكر بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۱۲ھ۔

الإمام مالک بن أنس (م: ۱۷۹ھ)المدونة الكبرى(رواية الإمام سحنون بن سعيد التنوخي عن الإمام عبدالرحمن بن قاسم)دار الكتب العلمية بيروت۔

شهاب الدين أحمد بن إدريس القرافي(م: ۶۸۴ھ)الذخيرة، دار الغرب، بيروت۔الطباعة: ۱۹۹۴ھ۔

محيى الدين يحيى بن شرف النووي(م: ۶۷۶ھ)المجموع شرح المهذب(مع تكملة السبكي والمطيعي)، دار الفكر، بيروت۔

شيخ الإسلام زكريابن محمد الأنصاري(م: ۹۲۶ھ)أسنى المطالب في شرح روضة الطالب، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۲ھ۔

كتب أخرى

زين الدين قاسم بن قطلوبغا(م: ۸۷۹ھ)رسالة في التراويح والوتر، ضمن "مجموعة رسائل العلامة قاسم بن قطلوبغا" دار النوادر، سورية، الطبعة الأولى: ۱۴۳۴ھ۔

حکیم الأمۃ المولانا اشرف علی التھانوی (م: ۱۲۶۰ھ) حیات المسلمین، البشریٰ ویلفیئر اینڈ إیجوکیشنل ٹرسٹ، سن إشاعت: ۱۴۳۷ھ۔۲۰۱۶م۔

حکیم الأمۃ المولانا اشرف علی التھانوی (م: ۱۲۶۰ھ)، بوادر النوادر

شیخ الحدیث المولنا محمد زکریا (م: ۱۴۰۲ھ) (فضائل رمضان، حصہ فضائل اعمال، کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان)

شیخ احمد رومی، مجالس الابرار۔دارالاشاعت، اردو بازار کراچی۔

یادداشت